Fikr-o-Nasar (Islamabad) 28-29:4,1-2 (1991)

اندلس میں مسلم فن تعمیر

عبدالرحیم اشرف بلوچ

اندلس میں مسلم فن تعمیر پر کچھ لکھنے سے پہلے اسلامی طرز تعمیر کی ان بنیادی اور امتیازی خصوصیات کا جائزہ لینا ضروری ہے جو اس کا سرمایۂ افتخار ہیں ۔ اس مقصد کے لئے ہم اس جائزے کی ابتداء آغاز اسلام ہی سے کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے طرز تعمیر میں جو تدریجی ترقی ہوئی ہے اور انھوں نے دوسری اقوام سے فن تعمیر میں جو کچھ سیکھا ہے یا اپنی طرف سے اس میں جو جدتیں پیدا کی ہیں ان کا ایک اجمالی خاکہ ہمارے سامنے آ جائے ۔

ظہور اسلام کے وقت عرب میں آبادی کی اکثریت خانہ بدوش تھی اور ایک محدود تعداد ہی ایسی تھی جو کسی ایک مقام پر گھر بنا کر مستقل سکونت رکھتی تھی ۔ ان گھروں کی حیثیت بھی کچی کوٹھڑیوں سے زیادہ کچھ نہ تھی ۔ جو لوگ ان میں رہتے تھے انھیں ,,اہل المدر،، (گارے والے) کہتے تھے جبکہ بدوی خانہ بدوش ,, اہل الوبر،، (پشم والے) کہلاتے تھے ۔ کیونکہ وہ اونٹوں کے بالوں سے بنائے گئے خیموں میں رہتے تھے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت مکہ معظمہ میں بیت اللہ قریب قریب مستطیل شکل کے صرف ایک چھوٹے سے احاطے پر مشتمل تھا جس پر چھت تک نہ تھی ۔ اس کی چار دیواری قد آدم سے کسی قدر اونچی تھی اور ان گھڑ پتھر چن کر

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

بنائی گئی تھی ۔ ٦٠٨ء میں ایک سیلاب کے نتیجے میں کعبہ کی عمارت منہدم ہو گئی تھی لہذا قریش نے اسے ازسر نو تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ۔ اس وقت رسول اللہ کی عمر ۳۵ برس کی تھی ۔ قریش نے ایک شکستہ بحری جہاز کی لکڑی حاصل کی اور اسی جہاز کے ایک نجّار باقوم کو جس کا تعلق حبشہ سے تھا اور جو معمار بھی تھا، تعمیر کعبہ پر مامور کیا ۔ اس نے حبشہ میں مروج طرز تعمیر کے مطابق فرش سے لے کر چھت تک ایک ردّا پتھروں کا اور ایک ردّا لکڑی کا رکھ کر اس عمارت کو مکمل کیا ۔ اس میں کل سولہ ردّے پتھروں کے اور پندرہ ردّے لکڑی کے تھے ۔ دروازہ جو اس سے پیشتر بالکل زمین کے ساتھ ملا ہوا تھا اس کی چوکھٹ زمین سے چار ہاتھ اور ایک بالشت اونچی رکھی گئی ۔ چھت چھ ستونوں پر قائم کی گئی جو تین تین کی دو قطاروں میں تھے ۔ اس عمارت کی پوری بلندی اٹھارہ ہاتھ تھی ۔ چھت ، دیواروں اور ستونوں پر انبیاء ، درختوں اور فرشتوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں (۱) ۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ھجرت فرمائی تو آپ نے اپنے اور اپنے اھل خانہ کے لئے جو مکان تعمیر کیا اس کا احاطہ کچی اینٹوں سے بنایا گیا تھا جس کے جنوبی ضلع میں ایک ڈیوڑھی کھجور کے تنوں سے تعمیر کی گئی تھی ۔ یہ تنے کھجور ھی کے پتوں اور گارے سے بنائی ہوئی چھت کے لئے ستونوں کا کام دیتے تھے ۔ مشرقی دیوار کے بیرونی رخ سے ملا کر ازواج مطھرات کے لئے چھوٹے چھوٹے حجرے بنائے گئے تھے جو سب کے سب صحن خانہ میں کھلتے تھے (۲) ۔ مدینہ منورہ میں تاجدار کونین کے گھر کی یہ حالت تھی جسے آپ بدلنے کے لئے تیار نہ تھے ۔ کیونکہ آپ کو شاندار مکانات تعمیر کرنے کا کوئی شوق نہ تھا ۔

اسلام کی آمد سے پہلے عمارتوں کی آرائش مورتیوں اور جانوروں کی تصویروں سے کی جاتی تھی ـ جب عیسائی مذہب کی اشاعت ہوئی تو عبادت گاھوں کے در و دیوار کو حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی تصاویر سے بھی سجایا جانے لگا ـ شارع اسلام علیہ الصلوۃ والسلام ، نے مسلمانوں کو بت گری وبت پرستی کے شائبے سے دور رکھنے کے لئے مجسمہ سازی اور جانداروں کی تصویر کشی کی سختی سے ممانعت کر دی ـ آپ نے اصنام وتماثیل کو مٹانے پر اس قدر زور دیا کہ آئندہ کے لئے مسلمانوں کا اصنام پرستی یا تمثیل سازی کی طرف مائل ہونا ناممکن تھا ـ پیغمبر اسلام کا یہ ارشاد کہ جس گھر میں تصویریں ہونگی وھاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوں گے (۳) یا آپ کا یہ فرمانا کہ قیامت کے دن تصاویر بنانے والوں سے کہا جائے گا کہ وہ ان میں جان ڈال دیں یا پھر شدید ترین عذاب کے لئے تیار ہو جائیں (۴) ، اس بات کے لئے کافی تھا کہ مسلمان اپنے گھروں میں بھی اس قسم کی چیزیں نہ بنائیں چہ جائیکہ وہ اپنی عبادت کے لئے مخصوص مقدس ترین مقامات یعنی مساجد کی آرائش و زیبائش کے لئے ان کے درودیوار پر ایسی چیزیں بناتے جو عقیدہ توحید کے منافی اور شرک و بت پرستی کی ایک واضح علامت رہے ہوں ـ یہی وجہ ہے کہ گو مسلمانوں نے فن تعمیر میں بڑی ترقی کی ، بت تراشی یا تصویر کشی کی کوئی بھی جھلک ان کی عمارتوں میں نظر نہیں آتی ـ نہ تو انھوں نے ایسے ستون تراشے جو مورتیوں کے شکل پر ہوں اور نہ ھی دیواروں کو تصاویر سے آراستہ کیا ـ اس کی جگہ خطّاطی نے لے لی جو خالص اسلامی فن ہے اور جسے مسلمانوں نے تصویر سے بڑھ کر دل کش و دل آویز بنا دیا ـ

جب عربوں کا مختلف قوموں سے میل جول بڑھا تو ان کی عمارتوں نے بھی ان کے ذہنوں کو متأثر کیا اور مختلف زمانوں میں اسلامی طرز تعمیر نے مختلف شکلیں اختیار کیں ۔ لیکن جغرافیائی اختلافات کے باوجود اسلامی طرز تعمیر میں ایک تسلسل پایا جاتا ہے جو ان کے عقیدہ وحدانیت کا نتیجہ ہے۔ اس پر زمانوں اور جغرافیائی فاصلوں تک نے کوئی اثر مرتب نہیں کیا ۔ باوجودیکہ اسلام کے دائرہ میں مختلف ثقافتوں اور معاشروں کے لوگ وقتاً فوقتاً داخل ہوتے رہے مگر اسلام کے اس بنیادی عقیدہ نے انھیں ایک ھی فکر سے وابستہ کر دیا جس کے سامنے قومی اور نسلی اختلافات بے معنی ہو کر رہ گئے۔

اسلامی تعمیرات کو بنیادی طور پر ہم دو طرح کی عمارتوں میں تقسیم کر سکتے ھیں :۔

اول مذھبی عمارتیں : اس قسم میں ہم مساجد ، مدارس ، خانقاھوں اور (اپنے طرز تعمیر کی بناء پر نہ کہ مقصد کے اشتراک کی وجہ سے) بزرگان دین کے مقابر کو شامل کر سکتے ھیں۔

دوم محل یا قصر : اس قسم میں قلعوں، شاھی محلات و قصور ، شاھی باغات ، حمام ، پل ، سرائے اور اس طرز کی تعمیر کردہ دیگر عمارتیں شامل کی جا سکتی ھیں۔

مساجد کی تعمیر کے پیچھے جو مقاصد کار فرما ہوتے ھیں ان میں خدا کی وحدانیت اور بندوں کی طرف سے عاجزی وانکساری اور اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتے ھیں۔ اسلام کا سب سے پہلا عبادت خانہ کعبہ ہے۔ روایات کے مطابق آدم علیہ السلام اس کے اولین معمار تھے ۔ بعد ازاں حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اسے ازسر نو تعمیر کیا ۔ آج کا کعبہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی قائم کردہ بنیادوں پر ایستادہ ہے۔ کعبہ کی سادگی اسے

فطرت سے ہم آهنگ کرتی ہے۔ اس کی اسی سادگی اور فطرت سے ہم آهنگی پر فن تعمیر کی تمام تر خوبیاں اور باریکیاں قربان هیں ۔ کعبه کی یه خوبی عالم اسلام کی تمام مساجد میں کسی نه کسی طرح جھلکتی نظر آتی ہے۔

مساجد کی تعمیر میں کمال سادگی کے باوجود آرائش میں حسن آفرینی اپنی انتہا کو چھوتی نظر آتی ہے۔ مسجد کے نمایاں حصوں میں محراب و منبر،گنبد اور میناروں کو سب سے زیادہ ممتاز مقام حاصل ہے۔ زیادہ تر تعمیراتی اور آرائشی خوبیوں کے لئے توجه کے مرکز یہی تینوں حصے رہے هیں (۵) ۔

اسلامی تعمیرات کی خصوصیات :

مسلمانوں کے فن تعمیر کے ابتدائی ادوار کی عمارتیں بالعموم کلیةً ارضی هیں ۔ ان کی تعمیر عمودی نہیں بلکه افقی ہے۔ یعنی ارتفاع سے زیادہ ان میں پھیلاؤ نظر آتا ہے۔ مختلف زمانوں میں عمارتوں کی ساخت طولاً یا عرضاً تو پھیلتی گئی مگر بلندی کی طرف ان کا رجحان کبھی نہیں هوا ۔ محل هو یا مسجد اس میں کشادگی کا خاص خیال رکھا جاتا تھا ۔ برج اور گنبد بھی اونچے نه هوتے تھے ۔ نیز بلند میناروں کا بھی رواج نه تھا ۔ قدیم اسلامی آبادیوں میں اونچے اونچے مینار اور قبے تو نظر هی نہیں آتے تھے۔ اگر کہیں تھے بھی تو ان کے ارد گرد چھوٹی چھوٹی برجیاں بناکر ان کی بلندی کو ان میں سمو دیا جاتا اور گنبد کے اندر تـه در تـه طاقچے بنا کر سپاٹ بلندی کو شکسته کر دیا جاتا تھا ۔

مسلم عمارتوں کی تعمیر میں بعض اوقات کاریگروں کو فنی تقاضے بھی نظر انداز کر دینے پڑتے تھے اور ان کی جگه خوش نمائی لے لیتی تھی ۔ تعمیری آرائش کا مقصد یه تھا که ساده اور مزین

حصوں کا فرق نمایاں نہ ہو ۔ نقش و نگار واضح ہوں مگر کوئی ایک مرکزی خیال (Motif) ان پر حاوی نہ ہو ۔ ستونوں اور محرابوں سے عمارت کو پر کر دیا جاتا تھا تاکہ مجموعی اثر خوشگوار ہو اور کوئی خاص حصہ نمایاں نہ ہو ۔ عمارت کا ہر حصہ ایک خاص مقصد سے بنایا جاتا تھا اور بلا ضرورت کسی آرائشی چیز کا اضافہ نہیں کیا جاتا تھا ۔ بالخصوص مسجد کے ہر حصے کی آرائش سے کوئی نہ کوئی غرض وابستہ ہوتی تھی (٦) ۔

اسلامی تعمیرات کی درج ذیل خصوصیات ایسی ہیں جو ہمیں تقریباً ہر عمارت میں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں : ترتیب ، کشادگی ، ڈھانچہ ، ساخت ، نقش و نگار ، روشنی اور نقل و حرکت میں سہولت ۔ ذیل میں ہم ہر ایک کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں ۔

ترتیب :

کائناتی ترتیب ، جو خدا کی وحدانیت کا مظہر ہے ، کا حصول مسلم فن کاروں کے لئے ہمیشہ سے بنیادی اہمیت کا حامل رہا ہے ۔ اسلام میں دانش ور طبقے کی زبان ریاضی کی بنیادوں پر استوار رہی ہے جو الٰہیاتی ترتیب کا نمائندہ ہے ۔ کیونکہ انسان اور فطرت دونوں کا خالق اللہ ہے ۔ جبکہ ریاضی دونوں کی بناوٹ اور کائنات میں ان کے تناسب کی وضاحت کرتی ہے ۔ انسان اور فطرت دونوں کی بنائی ہوئی شکلیں ایک ہی مشترک ریاضیاتی اصول کی غماز ہیں ۔ ترتیب کے حصول کے لئے دانستہ یا نادانستہ طور پر مسلم فن کاروں نے جیومیٹری کے بنیادی اصولوں کو اپنے مقصد کے حصول کا ذریعہ بنایا ۔ یہ چیز ہمیں ان کے تمام شہہ پاروں میں کارفرما نظر آتی ہے ۔

کشادگی :

ایک سچے مسلمان کی نظر کائنات کی لامحدود وسعتوں پر ہوتی ہے لہذا وسعت و کشادگی ان کے نزدیک بڑی اہمیت کی حامل ہوتی

ہے۔ اس وسعت نے کائنات کی ہر چیز کو اپنے دامن میں لیا ہوا ہے خواہ وہ مادی ہو یا غیر مادی اور روحانی ۔ لیکن مسلمانوں کے ہاں کشادگی صرف صوفیانہ نقطہ نظر ہی کی نمائندہ نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ محض ایک علامتی عامل نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے مادی اور غیر مادی دونوں طرح کے افکار کارفرما ہیں ۔ اس طرح کشادگی اسلامی فن تعمیر میں ایک اہم ورثہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

ڈھانچـــہ :

اسلامی تعمیرات کے ڈھانچہ اور ہیکل پر مقامی تہذیب وثقافت کا اثر نمایاں طور پر پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی بناوٹ اور شکل وصورت پر وہاں کی آب و ہوا ، زمین کی ساخت اور قطعہ زمین کا رقبہ بھی اہم اثرات مرتب کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے باوجود بناوٹ کے اعتبار سے اسلامی تعمیرات بعض ایسی امتیازی خصوصیات کی حامل ہیں جو ہمیں صرف انہی کے ہاں نظر آتی ہیں۔

ساخت :

ساخت یا سطح کی تعمیر میں اس بات کا خیال رکھا جاتا تھا کہ اس میں ایک خاص ترتیب ہو جو جیومیٹری کے اصولوں پرپوری اترتی ہو۔ اس میں بعض اوقات ایسی ترتیب رکھی جاتی تھی کہ اس میں روحانی خصوصیات اجاگر ہوتی نظر آتی ہیں جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں اسے ذرا وضاحت سے بیان کر آئے ہیں۔

نقش و نـگار :

مسلمانوں کے نزدیک دنیا کی خوبصورتی بالکل عارضی شئی ہے۔ چونکہ لوگوں اور جانوروں کی حقیقی تصویر کشی مسلمانوں کے لئے ممنوع ٹھہرائی گئی تھی اور بت پرستی سے مشابہت کے خطرے کے پیش نظر اسے قابل نفرین سمجھا جاتا تھا لہذا فنکارانہ تخلیقی

صلاحیتوں نے تجریدی رخ اختیار کیا اور اس کے لئے پھر ھندسی اشکال اور خطّاطی ھی نے نقش ونگار کو نئے زاویے فراھم کئے اور یوں یہ فن اپنے عروج کو پہنچا ۔

اسلامی نقش ونگار اپنی سادگی ، وسعت اور خوبیوں کی وجہ سے کائنات کو ایک وحدت کے طور پر پیش کرتے ھیں اور یوں انسان کو اس عظیم تر کائنات کا ایک حصہ بناکر پیش کرتے ھیں ۔ عربوں کی ریاضیاتی صلاحیتوں نے نقش ونگار میں نئی جہتوں کی تلاش میں بڑی مدد دی اور یوں نقش ونگار کے ایسے نمونے وجود میں آئے جو ھمہ پہلو خوبیوں کے حامل ھیں ۔

روشنی :

مسلمانوں کے نزدیک روشنی کو ایک اھم مقام حاصل ہے۔ ایمان و ھدایت اس روشنی کی مرھون منت ھیں جو نہ صرف خدا کی سب سے اعلیٰ ترین تخلیق ہے بلکہ وہ خود بھی زمین اور آسمانوں کا نور ہے ۔ روشنی کے برعکس تاریکی اور ظلمت ان کے ھاں برائی کی علامت کے طور پر دیکھی جاتی ہے ۔ لہذا مسلمانوں کی تعمیر کردہ عمارتیں نہایت روشن ھوتی تھیں ۔ اس مقصد کے لئے ان کی تعمیرات میں اس بات کا خیال رکھا جاتا تھا کہ روشنی کا حصول سہل اور آسان ھو اور عمارت کا کوئی کونہ یا گوشہ ایسا نہ ھو جہاں قدرتی روشنی نہ پہنچتی ھو ۔ اس کے لئے وہ جابجا جالی دار دیواریں تعمیر کرتے جن سے روشنی چھن چھن کر عمارت کے ھر حصے کو روشن کرتی البتہ دھوپ کا گزر نہ ھوتا ۔ یہ جالیاں عموماً سنگ مرمر کو ھندسی اشکال میں تراش کر بنائی جاتی تھیں ۔ بعض اوقات اینٹوں کی جالیاں بھی بنائی جاتیں ۔

نقل و حرکت :

مسلمانوں کی عمارات میں اس بات کا بھی بطور خاص خیال رکھا جاتا تھا کہ ان میں آمدورفت میں کوئی دقت یا رکاوٹ نہ ہو۔ عمارت کا ہر حصہ اور ہر گوشہ قابل رسائی ہو اور وہاں پر بآسانی پہنچا جا سکے (۷)۔

ہندسی اشکال کا استعمال :

اسلامی تعمیرات میں خواہ عمارت کا ڈھانچہ اور ہیکل ہو یا درودیوار کی آرائش و زیبائش ہندسی اشکال (Geometrical designs) اور نباتاتی تصویر کشی کو اساسی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ اسلام میں بت تراشی اور تصویر کشی کی ممانعت کی وجہ سے مسلمان ماہرین فن تعمیر کی یہ مجبوری تھی کہ وہ ہندسی اشکال ، خطاطی یا زیادہ سے زیادہ نباتات کی تصویر کشی پر اکتفا کریں ۔ ان ہندسی اشکال کی بنیاد دراصل وہ چند سادہ ترین شکلیں ہیں جنھیں ہم مربع ، مستطیل، دائرہ ، تکون یا مثلث اور کثیر الاضلاع کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں ۔ عمارات کے ہیکل اور بناوٹ میں ہندسی اشکال کے استعمال کی سب سے عمدہ مثال مُقَرْنَس (Honeycomb or Stalactite) چھتوں والے طاقچوں، محرابوں اور قبوں کی تعمیر ہے جسے خالص اسلامی طرز تعمیر مانا جاتا ہے ، جبکہ آرائشی مقاصد کے لئے ہندسی اشکال ہمیں خطاطی اور نقش ونگار (Pattern) میں جلوہ گر نظر آتی ہیں ۔

ہندسی اشکال کی اساس پر بنائے گئے یہ نقش ونگار اپنی لامحدودیت میں اسلام کے اس بنیادی عقیدے کو اجاگر کرتے ہیں کہ خدا واحد اور ناقابل تقسیم ہے۔ ان نقش ونگار کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بار بار دھرائے جا سکنے کی وجہ سے نہ ختم ہونے والے ایسے

متعدد الجہت (Polygon) ہندسی اشکال میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں جن کا کوئی مرکز نہیں ہوتا ۔ گویا ہر حصہ اور ہر جزو اگر ایک طرف خود ایک طرح کی مرکزیت کا حامل ہوتا ہے تو دوسری طرف وہ اپنی تمام ممکنہ جہات سے مربوط و متصل دیگر اجزاء اور حصوں کی تکمیل کا لازمی جزو بھی ہوتا ہے۔ یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ خدا ایک ہے ، وہ کسی ایک مرکز کی بجائے ہر جگہ موجود ہے اور اس کا دائرہ اختیار واقتدار اس کے علم کی طرح ہر مقام پر یکساں ہے۔

یہ نقش ونگار باوجودیکہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے چلے جاتے ہیں مگر نہ تو کہیں مرتکز ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ کسی شخصیت کے روپ میں ڈھلتے نظر آتے ہیں بلکہ تمام تر خوبیوں کے باوجود غیر شخصی اور نامعلوم رہتے ہیں ۔ مسلمان فن کار کی یہی خوبی ہے کہ وہ اپنے فن میں عاجزی کے اظہار کے باوجود ایک نہایت ہی اعلیٰ پائے کا خوبصورت فن پارہ تخلیق کر دیتا ہے ۔

نقش ونگار کے فن کا بغور جائزہ لیں تو ان میں موجود ہندسی اشکال قلموں (Crystals) کی شکل یا اس جوہری ساخت (Atomic Structure) کی شکل اختیار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جو کہیں اب جاکر دریافت ہوئی ہے ۔ اس طرح یہ اشکال پیمائش سے ماورا ہونے کی وجہ سے ناپائیداری کاایک تاثر پیدا کرتی ہیں ۔ اس کے نتیجہ میں جس سطح پر انہیں ظاہر کیا جاتا ہے وہ خود مادی ہونے کے باوجود غیر مادی تاثر دینے لگتی ہے ۔ یوں اسلام کا یہ تصور کہ مادے کو بالآخر فنا ہونا ہے ، نمایاں ہوکر سامنے آ جاتا ہے ۔

ان ہندسی اشکال نے نقش ونگار میں جو گونا گوں خوبیاں پیدا کی ہیں وہ ہمیں خطاطی میں واضح طور پر جلوہ گر نظر آتی ہیں ۔ مساجد ہوں یا مدارس، خانقاہیں ہوں یا مقابر حتیٰ کہ محلات اور

دیگر عمارتوں کے در و دیوار پر خطاطی کے جو خوبصورت فن پارے همیں جگه جگه داد و تحسین پر مجبور کرتے هیں وه دراصل انهی هندسی اشکال کے مرهون منت هیں ۔ مسلمانوں کی تعمیر کرده شاید هی کوئی ایسی عمارت هو جس پر قرآنی آیات، احادیث ، دعائیں یا عربی و فارسی کے دیگر زبان زد عام کلمات یا اشعار تحریر نه هوں۔ یه عبارتیں خوبصورت بیل بوٹوں کے حاشیوں سے مزین مربع،مستطیل ، دائره اور مثلث چوکھٹوں میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ خوشنما رنگوں سے تحریر کی جاتی تھیں ۔ هندسی اشکال کی پیروی میں بعض اوقات عبارت میں فنی اعتبار سے بعض اغلاط بھی ره جاتی تھیں مگر هنر مندوں کی کاریگری کی چکاچوند میں ان کی طرف شاید هی کسی کی توجه مبذول هوتی هوگی (۸) ۔

تعمیر و آرائش کے ذرائع :

تعمیراتی ذرائع میں مسلمانوں نے هر دور میں کسی علاقے میں دستیاب هر اس شئی کو استعمال کیا جو استعمال هو سکتی تھی اور دستیاب تھی ۔ پتھر ، اینٹیں، لکڑی ، مصنوعی مساله غرض هر ذریعه تعمیر سے استفاده کیا گیا ۔ آرائش کے سلسله میں بھی ان ذرائع کا بھرپور استعمال کیا گیا ۔ مثلاً عمارتوں میں اینٹوں کے پرتِ اس طرح بنائے گئے که اس سے مختلف هندسی اشکال نے جنم لیا ۔ یه طریقه عراق عرب میں قدیم سے چلا آرها تھا ۔ اسی طرح پتھروں کو تراش کر گل کاری کی گئی اور جهاں پتھروں کی کمی تھی وهاں گچ کے استر سے نقاشی کی گئی ۔ اس کے علاوه سفال گری بھی تعمیر و آرائش کا ایک اهم ذریعه رها ہے ۔ سفال یا خزف کو ایک خاص طریقے سے چمک دیدی جاتی تھی اور اسے آرائشی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا تھا ۔ یه فن بھی قدیم مصر، عراق عرب اور سندھ

میں موجود تھا ۔ اسی طرح رنگین پتھروں یا شیشوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بھی آرائش و زیبائش کا کام لیا جاتا تھا جسے پچی کاری (Mosaic) کا نام دیا جاتا ہے ۔ یہ فن مسلمانوں نے رومیوں اور بیزنطینیوں سے حاصل کیا تھا ۔

مندرجہ بالا ذرائع کے علاوہ ایک اہم ذریعہ لکڑی تھا ۔ جس میں کندہ کاری (Engraving) کے ذریعے یا لکڑی کے مختلف سائز اور شکل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جوڑ کر مختلف هندسی اشکال کو بروئے کار لاتے ہوئے نہایت اعلیٰ درجے کے نمونے تخلیق کئے جاتے تھے ۔ اس کے علاوہ مختلف رنگوں کے استعمال سے بھی مختلف نقش ونگار ترتیب دیئے جاتے اور پتھر ، لکڑی اور گچ پر رنگین نمونے بنائے جاتے تھے (۹) ۔

اسلامی فن تعمیر اندلس میں :

۷۱۱ء میں مسلمانوں کے فتح اندلس سے لے کر ۷۵٦ء میں اموی حکومت کے قیام تک کے حالات ایسے نہ تھے کہ یہاں پر فنکارانہ تعمیرات کے لئے سازگار ماحول میسر ہوتا ۔ کیونکہ یہ دور ایک نئے معاشرہ کی تشکیل کے لئے ابھی ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا ۔ یہاں پر آنے والے مسلمان بنیادی طور پر چونکہ فوجی تھے جن کے ساتھ ان کی بیویاں نہیں ہوتی تھیں لہذا انہوں نے یہاں کی عورتوں سے شادیاں کیں، دوسری طرف یہاں کے عیسائیوں کا ایک بڑا طبقہ مسلمان ہوگیا ۔ جس کی وجہ سے ھسپانیہ میں ایک نئے مسلم معاشرہ کی تشکیل کے ضروری اجزاء فراهم ہو گئے ۔

یہ وہ حالات تھے جن میں عبدالرحمان بن معاویہ بن هشام نے ھسپانیہ کی سرزمین پر قدم رکھا ۔ وہ ۷۵۵ء میں اشبیلیہ پہنچا اور ایک سال بعد قرطبہ میں اسے ھسپانیہ کا حکمران تسلیم کر لیا گیا ۔

عبدالرحمان کے لئے بھی اپنے ابتدائی ایام میں یمنی عربوں، بربروں اور خود اپنے فوجیوں کی بغاوتوں کی وجہ سے نئی تعمیرات کی طرف توجہ دینا ممکن نہ ہوسکا ۔ اسے ایک مستحکم حکومت قائم کرنے کے لئے بڑی تگ و دو کرنی پڑی اور کہیں اپنے آخری ایام میں جاکر اس طرف توجہ دینے کی فرصت ملی ۔ اس نے سب سے پہلے مسجد قرطبہ کی بنیاد رکھی اور خود اپنی نگرانی میں اس کی تعمیر کا کام شروع کرا دیا ۔

اندلس میں مسلمانوں کے فن تعمیر کا مطالعہ کرتے وقت یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ یہاں کے مسلمان حکمران اور عوام کی اکثریت پرانی ثقافت کی کورانہ تقلید کے قائل نہیں تھے بلکہ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے یہاں ایک نئی تہذیب نے جنم لیا تھا اور اس کے نتیجے میں ایک نیا معاشرہ وجود میں آ چکا تھا ۔ اس نئی تہذیب کے آثار ان کی تعمیرات کے ہر انداز سے جھلکتے نظر آتے ہیں۔

عرب فاتحین کا یہ قاعدہ رہا تھا کہ وہ جہاں کہیں فاتح بن کر جاتے وہاں کی علاقائی تہذیب و ثقافت کو اپنا لیتے اور اپنی تعمیرات میں اس علاقے کی طرز تعمیر کے خدوخال کو شامل کر لیتے ۔ چنانچہ سندھ سے لیکر مراکش تک کی تعمیرات میں عربوں کی یہ خصوصیت واضح طور پر جلوہ گر نظر آتی ہے۔ لیکن اندلس میں تو انھوں نے یکسر ایک نیا رویہ اپنایا اور ایک ایسی نئی طرز تعمیر کے موجد بنے جس میں عرب ، ہسپانوی ، صہیونی اور اندلس کی دیگر اقوام کی خصوصیات یکجا نظر آتی ہیں ۔ اس طرح اندلس میں مسلمانوں کی تعمیرات کا رنگ ھی جدا ہو گیا ہے۔ مثال کے طور پر جامع مسجد قرطبہ ھی کو لیجیئے جس میں قدیم اسلامی طرز تعمیر صہیونی اور عیسائی طرز تعمیر کے پہلو بہ پہلو ایک نئے امتزاج کے ساتھ ملتا ہے۔

لہذا اگر ان تعمیرات کے لئے خالص اندلسی طرز تعمیر کی اصطلاح استعمال کی جائے تو شاید بے جا نہ ہوگا ۔

اندلس میں مسلمانوں کے فن تعمیر کا عرصہ تقریباً سات سو برس پر محیط ہے جو آٹھویں صدی عیسوی میں جامع قرطبہ کی تعمیر شروع کئے جانے سے لے کر پندرھویں صدی عیسوی میں غرناطہ کے قصر الحمراء کے مکمل ہونے تک کے زمانہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس دوران سینکڑوں عمارات مثلاً حمام ، محلات ، مساجد ، مقابر ، درس گاھیں اور پل وغیرہ تعمیر ہوئے جن کی اگر تفصیل لکھی جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے ۔

اندلس میں عام طور پر عمارتوں کو پختہ اور مضبوط بنانے کے لئے چونے ، مٹی اور پتھر کے مرکب مسالے سے کام لیا جاتا تھا ۔ اس مسالے کی خاصیت یہ تھی کہ جس قدر پرانا ہوتا جاتا تھا اسی قدر مضبوط ہوتا جاتا تھا ۔ اس بات کی گواہ وہ عمارتیں ھیں جو آج بھی اپنی بنیادوں پر پہلے کی طرح قائم اپنے عہد رفتہ کی داستان بیان کرتی نظر آتی ھیں ۔ بعض عمارتوں کی تعمیر میں ایسی بڑی بڑی اینٹیں بھی استعمال کی گئی ھیں جو ایک طرف سے کھدی ہوئی ہوتی تھیں تاکہ چونا ان کو مضبوطی سے پکڑ لے ۔ اس صورت میں مرکب مسالہ کام میں نہیں لایا جاتا تھا ۔ بعض اوقات تمام دیوار پختہ پتھر سے بنائی جاتی تھی ۔ مسجد قرطبہ میں یہ تینوں ترکیبیں استعمال کی گئی ھیں ۔

بعض ماھرین تعمیرات کا خیال ہے کہ امویوں نے تعمیرات میں مضبوطی اور خوبصورتی کا لحاظ تو بخوبی رکھا مگر طرز تعمیر میں کوئی نمایاں جدت پیدا نہ کر سکے ۔ ان کی تعمیرات میں یونانیوں اور رومیوں کے ساتھ ساتھ بلاد شام ، عراق ، ایران اور حجاز میں مستعمل مشرقی طرز تعمیر کی آمیزش ملتی ہے ۔ لیکن یہ تصرف جس

انداز سے کیا گیا وہ بذات خود ایک طرز بن گیا تھا اور دیکھنے والوں کو اس میں واقعی ندرت اور جدت کا احساس ہونے لگتا تھا ۔

قرطبه اور اشبیلیه کی مساجد کے میناروں کے سب سے اوپر والے حصوں کو شعله نما بنایا گیا تھا جو کسی حد تک مجوسی طرز تعمیر سے مشابه ہے ۔ اس طرح کی تزئین ہمیں اندلس کی تمام مسلم عمارتوں میں واضح طور پر نظر آتی ہے ۔ چنانچه الحمراء کی پچی کاری اور طلائی کاموں میں یہی طرز تزئین سب سے زیادہ نمایاں ہے ۔

عمارت کی مضبوطی میں اضافه کرنے اور اس کی خوبصورتی کو دوبالا کرنے کے لئے محرابوں (Arches) کی تعمیر کو ایک اہم ذریعه کے طور پر اختیار کیا گیا تھا ۔ اندلس کی عمارتوں میں ہمیں مختلف اقسام کی محرابیں ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں جن میں سے کچھ مسلمانان ہسپانیه کی اپنی اختراع تھیں ۔ دراصل دوہری کھڑکیوں کے بیچ ایک نازک سا ستون قائم کرکے اسے محراب کی شکل دیدی جاتی تھی ۔ بنو امیه کی حکومت کے ابتدائی ایام میں جو محرابیں بنائی گئی تھیں وہ نعلی صورت کی (Horseshoe Type) تھیں لیکن جوں جوں مسلمان علم ہندسه و ہیئت میں ترقی کرتے گئے محرابوں کا طرز بھی بدلتا گیا یہاں تک که قصر الحمراء کی خوبصورت محرابوں کی نزاکت اور ان میں مساله کی کم مقدار استعمال میں لائے جانے کی خصوصیت نے ایک زمانه کو حیران کر دیا که اس قدر بڑے بڑے پایوں اور چھجوں کا بوجھ ان نازک محرابوں نے کیونکر سہارا ہوا ہے ۔ اس تمام تر تبدیلی کے باوجود نعلی محرابوں کا رواج بھی باقی رہا ۔ صاف اور منقش محرابوں کے ساتھ ساتھ نوکیلی محرابوں (Pointed Arches) کا بھی اندلس میں عام رواج تھا ۔ اس کے علاوہ دیواروں پر یا کھڑکیوں اور جالیوں کے گردا گرد چھوٹی چھوٹی آرائشی محرابیں بنا

کر ان کی خوبصورتی میں اضافہ کیا جاتا تھا ۔ یہ زیادہ تر بند محرابیں(Blind Arches) ہوتی تھیں جن کے درمیانی حصے ٹائلوں سے یا پچی کاری اور گچ کاری کے نمونوں سے آراستہ ہوتے تھے ۔

جہاں تک ستونوں کا تعلق ہے تو اگرچہ اس سے پہلے بھی ستون عمارت کا اہم جز ہوتے تھے لیکن اندلس والوں نے ان میں بہت اصلاح کی اور ان کو غیر معمولی طور پر نازک سے نازک تر بنا دیا ۔ مسلمانوں کے دور اول میں تعمیر ہونے والی عمارتوں کے ستونوں میں ان کی شکل وصورت، وضع قطع، قدوقامت نیز رنگ اور مسالے کے استعمال کے اعتبار سے ہم آہنگی و موزونیت کا فقدان نظر آتا ہے ۔ کیونکہ ان میں زیادہ تر قدیم عمارتوں سے حاصل کردہ تعمیراتی سامان ھی استعمال میں لایا جاتا رہا تھا ۔ اس کی بیّن مثال جامع مسجد قرطبہ ہے ۔ چنانچہ ان میں سے بہت سے ستونوں کے پائے نہ ہونے کے باوجود انھیں تعمیراتی قواعد کی پابندی کو ملحوظ رکھے بغیر جوں کا توں نصب کر دیا گیا تھا ۔ بعض ماہرین وناقدین فن تعمیر کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ عمارتوں میں محراب کی ابتداء کی بنیادی وجہ ھی یہ تھی کہ قدیم عمارتوں سے حاصل کردہ اس طرح کے بعض ستون چھوٹے ہوتے تھے لہذا چھت تک کی بلندی کو پر کرنے کے لئے ان پر محراب بنا دیے جاتے تھے ۔ البتہ بعد میں جب اس طرح کے تیار تعمیراتی سامان میں بتدریج کمی واقع ہوتی گئی اور مسلمانوں کو اپنے ستون بنانے کی ضرورت پیش آئی تو انھوں نے اس میں اپنی ہنر مندی کے جوہر دکھا کر نہایت خوبصورت اور ہر طرح کی موزونیت کے حامل ستون بنائے جو آج بھی دیکھنے والوں سے داد تحسین وصول کئے بغیر انھیں آگے بڑھنے نہیں دیتے ۔ چنانچہ قصر الحمراء کے بیت الأسُوْد کے ستونوں کو دیکھ کر ہر ماہر تعمیرات بآسانی بتا سکتا ہے کہ یہ ستون خالصتاً مسلمانان اندلس کی ایجاد ہیں ۔

دیواروں کی سجاوٹ میں بھی اندلس کے مسلمان معمار دیگر اسلامی ممالک کے ماہرین فن سے کسی طرح کم نہ تھے ۔ البتہ عمارتوں کا بیرونی حصہ عام طور پر سادہ اور بے رونق ہوتا تھا جبکہ اندرونی حصہ میں ان یگانہ روزگار صناعوں کے تخیل کا کمال اپنے انتہائی عروج پر ہوتا تھا ۔ دیواروں کی آرائش کا قدیم ترین طریقہ جو زخرفۃ العرب (Arabesque) کے نام سے معروف تھا ان صناعوں کے لئے اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا ایک بڑا ذریعہ تھا ۔ سب سے پہلے اس ذریعہ سے مسجد قرطبہ کی تزئین و آرائش کا کام کیا گیا ۔ اس کے علاوہ سنگ مرمر کی جالیوں سے بھی یہ مقصد حاصل کیا جاتا تھا۔ ان میں سے ہوا اور روشنی تو بخوبی گزر کر اندر آتی تھی لیکن دھوپ کا گزر نہ ہوتا تھا ۔ اشبیلیہ کا منارہ جو شاید کسی فتح کی خوشی میں تعمیر کیا گیا تھا اور کسی زمانہ میں منارۂ مسجد نیز رصدگاہ کے طور پر بھی کام آتا رہا تھا ، دیواری نقش ونگار کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ ہے۔

اندلس کے معماروں نے ٹائل بنانے اور لگانے کے فن میں جو ترقی کی اس کی گواہ وہ عمارتیں ہیں جن میں یہ ٹائل اس خوبصورتی سے لگائے گئے ہیں کہ آج بھی اپنے فن کاروں کی صنّاعی اور ہنر مندی کی منہ بولتی تصویر ہیں ۔ مسلمانوں کے آخری دور میں ٹائلوں کا کام عمارت کے صرف اندرونی حصہ تک ہوتا تھا ۔ قصر الحمراء میں یہ کام اپنی خوبی کی انتہائی حدوں کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ ٹائل دندانہ دار بنائے جاتے تھے جو صناعین اندلس کی مہارت اور جدت تخیل کی واضح دلیل ہے۔

مینار اشبیلیہ اور جامع مسجد قرطبہ میں بھی ٹائل استعمال کئے گئے ہیں ۔ اگرچہ جامع قرطبہ میں ابتدائی دور کے ٹائلوں کا کام کسی

قدر بھدا ہے اور اس کے جوڑ بدصورتی سے بٹھائے گئے ہیں مگر اشبیلیہ کے مینار میں یہ کام نہایت عمدہ اور خوبصورت طریقے سے کیا گیا ہے۔ یہ ٹائل دھوپ میں آئینے کی طرح چمکتے تھے ۔

مٹی کے کام میں بھی رفتہ رفتہ ترقی ہوئی ہے۔ قرطبہ کی عمارتوں میں یہ کام جس قدر نظر آتا ہے وہ خالص جڑائی کا نہیں بلکہ پہلے دیواروں پر رنگ لگا دیا گیا ہے اور پھر اس پر کسی مجلاّ مسالے سے خوبصورتی کے ساتھ شیشے جڑ دیئے گئے ہیں ۔ اس کے باوجود خزف کی پچی کاری میں مسلمانان ہسپانیہ کی اولیت تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ۔ ان کی ایجاد و اختراع کے یہ بیّن ثبوت دیواروں اور ستونوں پر اس طرح ثبت ہیں کہ یورپ و ایشیا کے نقادان فن تعمیر آج بھی ان کو دیکھ کر انگشت بدندان رہ جاتے ہیں ۔

دیواروں کی سجاوٹ کے سلسلہ میں سب سے نمایاں مقام گچ کے کام (Stuccowork) کو حاصل ہے۔ اس مسالہ کی خوبی یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ پتھر سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ اس کے بنانے کی ترکیب شاید یہ تھی کہ پہلے سنگ مرمر کو سرمہ کر لیا جاتا تھا ۔ پھر اس میں چونا اور جپسم ملا کر ایک خاص مقدار میں انڈوں کی سفیدی میں گوندھا جاتا تھا اور ابھی تقریباً سیال ہی ہوتا تھا کہ سانچوں میں ڈھال لیا جاتا تھا ۔ اس میں غالباً کوئی ایسی چیز بھی پڑتی تھی جس سے حشرات الارض بھاگتے تھے ۔ کیونکہ اس مسالے کی دیوار پر کبھی کوئی مکڑی یا مکھی وغیرہ نہیں دیکھی گئی ۔ مختلف سانچوں میں ڈھال کر اس سے مختلف شکل و صورت اور سائز کے پھول اور بیل بوٹے بنائے جاتے تھے ۔ صرف قصر الحمراء میں ۱۵۲ وضع کے ایسے پھول اور بوٹے پائے گئے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف تھے ۔

اندلس کی عمارات کی ایک خوبی یہ ہے کہ سوائے ستونوں کے سنگ مرمر کا استعمال بہت کم کیا گیا ہے۔ آرائش کے کام میں سیپ کا استعمال اندلس کے فن کاروں کے ہاں کچھ زیادہ مروج نظر آتا ہے۔ سیپ کے کام میں یہاں کے ماہرین اپنا جواب نہ رکھتے تھے ۔ یہ فن کار سیپ کی نازک نازک پھول پتیوں کا جوڑ بٹھا کر اپنی ہنر مندی کی داد وصول کرتے تھے ۔ عمارتوں کی چھتیں اس طرح بنائی جاتی تھیں کہ ان کو گنا جا سکتا تھا ۔ مثلاً مساجد میں ہر محراب کی چھت الگ ہوتی تھی ۔ ان کی کڑیاں تین طرف سے منقش ہوتی تھیں۔ تختوں پر رنگین گلکاری ہوتی تھی اور پھول پتیوں کے ابھرے ہوئے حصوں پر سونا چڑھا ہوتا تھا ۔ لکڑی پر اکثر کسی نایاب اور قیمتی شئی کا کام کیا جاتا تھا جس میں آبنوس ، ہاتھی دانت ، سیپ اور کچھوے کا خول شامل تھے ۔ بعد کے زمانہ میں نصف کروی چھتیں بنائی جانے لگیں جن کی اندرونی سطح پر ہندسی اصول کے نقش ونگار بنائے جاتے تھے ۔

مساجد اور شاہی محلات کے علاوہ جو عمارتیں سب سے زیادہ بنائی جاتی تھیں وہ فوجی طرز تعمیر کی حامل ہوتی تھیں ۔ کیونکہ اس دور میں اکثر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں جس کی وجہ سے عام عمارتیں بھی قلعہ نما بنانی پڑتی تھیں ۔ یہ دفاعی عمارتیں عام طور پر وسیع رقبہ پر بنائی جاتی تھیں اور ان کی بناوٹ میں سختی سے عسکری ہندسی اصولوں پر عمل کیا جاتا تھا ۔ دیواریں بہت چوڑی اور مضبوط ہوتی تھیں ۔ بروج مربع ہوتے تھے اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بنائے جاتے تھے ۔ مسقف راستے اور مورچے فوجی راستوں کی حفاظت کرتے تھے ۔ قلعہ کی فصیل کے اندر بہت بڑا رقبہ ہوتا تھا جو بجائے خود ایک شہر بن جاتا تھا ۔ مخصوص حالات میں قلعہ میں

داخل ہونے یا وہاں سے باہر کے علاقوں سے رابطہ رکھنے کے لئے چور راستے بنائے جاتے تھے۔ قلعہ کی فصیل کو سجانے کا کچھ زیادہ رواج نہ تھا۔ طلیطلہ کے باب الشمس کو چھوڑ کر کوئی عمارت ایسی نہیں ملتی جس کی فصیل کو بھی خوبصورت بنانے کی کوشش کی گئی ہو۔ قلعہ میں پانی کے حصول اور فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے پانی ذخیرہ کرنے کے لئے بڑے بڑے صہاریج (Tanks) اور حوض بنائے جاتے تھے جن کو بھرنے کے لئے کسی پہاڑی چشمے سے پانی وہاں تک پہنچانے کا انتظام پختہ نالیوں (Aqueducts) کے ذریعے جس انداز میں کیا جاتا تھا وہ اس دور کے ہنر مندوں کی کاریگری کی واضح دلیل ہے۔

اندلس میں عمارات کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ان میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں قسم کی عمارتیں شامل ہیں۔ جہاں تک عوامی تعمیرات کا تعلق ہے ان میں مساجد، حمام، مدارس، پل، بڑے بڑے دروازے اور سرائیں وغیرہ شامل ہیں۔ ان عمارات کا طرز کیسا تھا اور ان پر کس طرح کا کام کیا گیا تھا اس کے بارے میں کوئی رائے زنی کرنا ممکن نہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے کسی کا بھی وجود باقی نہ چھوڑا گیا۔ حالانکہ علامہ مقّری کے بقول صرف قرطبہ ھی میں ۳۰۰ کے قریب مساجد اور ۹۰۰ کے قریب حمام تھے۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اس دور کی عوامی عمارتوں کا طرز تعمیر سرکاری عمارات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا اور بعض سرکاری عمارات کے آثار ابھی تک باقی ہیں جس سے ان عمارات کی طرز تعمیر پر کچھ نہ کچھ روشنی ضرور پڑتی ہے۔ سرکاری عمارات سے ہماری مراد وہ عمارتیں ہیں جن کی تعمیر اگرچہ عوامی فلاح و بہبود کے لئے ھی ہوتی تھی لیکن ان کی تعمیر میں چونکہ امراء وسلاطین نے بطور خاص حصہ لیا تھا، جیسے جامع مسجد قرطبہ۔

وادی الکبیر کا پل وغیرہ ۔ لہذا ہم نے ان کے لئے یہ اصطلاح استعمال کی ہے (١٠) ۔

خلاصہ کلام یہ کہ اندلس کی عمارتیں مضبوطی ، پائیداری ، خوبصورتی اوز آن بان میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں ۔ اموی بادشاھوں کو عمدہ محل اور عمارتیں بنانے کا بے انتہا شوق تھا ۔ الزھراء اور الزاھرہ جیسے محل جن کی خوبصورتی پر خود خوبصورتی ناز کرتی تھی اس شوق کا منہ بولتا ثبوت ھیں ۔ اسی طرح ان بادشاھوں کے مذھبی ذوق و شوق نے جامع مسجد قرطبہ ، الزھراء اور الزاھرہ کی مسجدوں کی تزئین و آرائش کے لئے جو کام کرایا اس نے ان مساجد کو حسن کا مکمل نمونہ بنا دیا تھا ۔

اندلس کی یادگار عمارتوں کا الگ الگ تعارف پیش کرنے سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری معلوم ھوتی ہے کہ مسلمانوں کی بیشتر تاریخی عمارتوں میں اگرچہ تصویر کشی اور بت تراشی سے اجتناب برتا گیا ہے (جس کی وجہ ہم اوپر بیان کر چکے ھیں) مگر اندلس میں بعد کی عمارتوں میں مسلمان امراء نے دیگر تہذیبوں خاص طور پر عیسائیوں سے متاثر ھو کر ان پابندیوں کا التزام نہ کیا ۔ الناصر نے قصرالزھراء میں خصوصیت سے دیواروں پر تصویریں بنوائیں حتی کہ جو فوارے لاکر نصب کئے گئے تھے ان میں پتھر کے جو تراشے ھوئے اصنام تھے انھیں بھی جوں کا توں رھنے دیا گیا ۔ المنصور باوجودیکہ مذھبی رجحانات والا شخص تھا اس نے قصر الزاھرہ میں خوبصورت مورتیاں اور جاذب نظر تصاویر (Paintings) بنوا کر لگوائیں۔ الحمراء کا جو ,,مأسدہ،، آج تک صحیح حالت میں موجود ہے اس کے صحن میں ایک نہایت خوبصورت فوارہ ہے۔ اس کے چاروں طرف شیروں کی مورتیاں ھیں جنھیں انتہائی نزاکت اور اہتمام سے تراشا گیا ہے۔

بہرحال پائیداری ومضبوطی ہو یا نزاکت ونفاست ، حسن و جمال ہو یا جدت فکر اور ندرت خیال ، یکتائے زمانہ ہنر مندی ہو یا یگانہ روزگار فنکارانہ صلاحیتوں کا اظہار اندلس کی عمارتوں میں یہ تمام خوبیاں اپنی تمام تر دلکشی وجاذبیت کے ساتھ جلوہ گر تھیں ۔ ان میں سے چند ایک عمارتیں آج بھی اپنے اس شاندار ماضی کی امین بنی کھڑی ہیں جو کبھی حال تھا اور ان کے معماروں کے لئے روشن مستقبل کی نوید ۔

جامع مسجد قرطبہ :

اے حرم قرطبہ ! عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت بود
تیرا جلال و جمال مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل وجمیل، تو بھی جلیل وجمیل
(اقبال)

یوں تو سرزمین اندلس پر مسلمانوں کے عہد زریں میں بہت سی دلکش و دلفریب عمارات تعمیر ہوئیں لیکن جو نفاست اور پاکیزگی جامع مسجد قرطبہ کے حصہ میں آئی وہ نہ تو الفاظ میں بیان کی جا سکتی ہے اور نہ ہی کسی اور ذریعہ اظہار سے اس کے حسن و جمال، تزئین و آرائش ، نسخی گلکاریوں اور پچی کاریوں کی تفصیل پیش کی جا سکتی ہے ۔ وہ دیکھنے کی چیز تھی اور بار بار دیکھنے کی ۔ اگرچہ گردش ایام نے اسے اب کچھ سے کچھ بنا دیا ہے پھر بھی اس کے حسن و خوبی اور جدت تعمیر و ندرت آرائش کے جو آثار زمانہ کی دستبرد سے بچ سکے ہیں اب بھی اپنے شاندار ماضی کی داستان زبان حال سے سناتے نظر آتے ہیں ۔

اس عظیم مسجد کی تعمیر کا خیال امیر عبدالرحمن الداخل کو سب سے پہلے اس وقت دامن گیر ہوا جب انہوں نے ایک طرف

اندرونی شورشوں پر قابو پا لیا اور دوسری طرف بیرونی خطرات کے سدباب کا بھی مؤثر بندوبست کر دیا ـ انھوں نے اپنی وفات سے صرف دوسال پہلے اس کام کو شروع کرایا ـ امیر چاھتے تھے کہ مسجد کو جامع مسجد دمشق کا ھم پلہ بنا کر اھل اندلس و مغرب کو ایک نیا مرکز عطاء کریں ـ یہی وجہ تھی کہ اس کی تعمیر کی نگرانی انھوں نے خود کی اور اسے جلد از جلد مکمل کرانے کی غرض سے جملہ وسائل بروئے کار لائے ـ

یہ عظیم مسجد وادی الکبیر میں دریا پر بنائے گئے قدیم ترین پل کے قریب اس جگہ واقع ہے جہاں پہلے سینٹ بنجنٹ (St. Vincent) کی یاد میں تعمیر کردہ ایک گرجا واقع تھا اور جس کا ایک حصہ پہلے ھی سے بطور مسجد مسلمانوں کے زیر تصرف تھا ـ السمح بن مالک الخو لانی کے عہد امارت میں جب قرطبہ دار السلطنت بنا تو مسلمانوں نے مسجد کی توسیع کے لئے عیسائیوں سے باقیماندہ حصہ خریدنے کی خواھش ظاھر کی مگر وہ مسلمانوں کی تمام تر رواداری کے باوجود اسے فروخت کرنے پر تیار نہ ھوئے ـ لیکن جب عبدالرحمن الداخل کا زمانہ آیا تو انھوں نے بہت بھاری قیمت ادا کرکے پورا گرجا خرید لیا ـ قبضہ حاصل کر لینے کے بعد ۷۸٦ء میں امیر نے اسے گرا کر اس کی جگہ ایک دیدہ زیب مسجد کی دیواریں کھڑی کیں ـ تعمیر کا کام جس ذوق و شوق سے شروع ھوا اس کا اندازہ اس امر سے لگائیے کہ امیر نے دو سال کی قلیل مدت میں اس پر ۸۰ ھزار دینار خرچ کئے ـ

مسجد کی بیرونی چار دیواری اتنی بلند وبالا اور مضبوط تھی کہ وہ شہر کی فصیل نظر آتی تھی ـ اس فصیل نما چاردیواری کو مزید مضبوط کرنے کے لئے اس کے باھر کی جانب تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر

پہل پشتیبان (Buttresses) بنائے گئے تھے جن پر کنگرے بنے ہوئے تھے۔

مسجد کی چھت بے شمار ستونوں پر قائم ہے جن کی ترتیب کچھ اس وضع پر ہے کہ ان کے تقاطع سے دونوں طرف کثرت سے متوازی راستے بن گئے ھیں ۔ ان ستونوں پر نہایت ھی پرتکلف نعلی محرابیں (Horseshoe Arches) قائم ھیں ۔ یہ نعلی محرابیں نہ صرف اس عظیم مسجد کا وجہ امتیاز ھیں بلکہ ھسپانوی طرز تعمیر کی پہچان بن چکی ھیں ۔ جامع قرطبہ کے ان ستونوں پر دوھری محرابیں بنی ہوئی ھیں ۔ یعنی ایک محراب پر دوسری قائم کرکے انھیں چھت سے ملا دیا گیا ہے ۔ ان محرابوں پر کہیں کہیں قبّے بنائے گئے تھے جن میں سے چند ایک ابھی تک باقی ھیں ۔ چھت زمین سے تیس فٹ کے قریب بلند تھی جس کی وجہ سے مسجد میں صاف ھوا اور روشنی کا حصول آسان ھو گیا تھا ۔ چھت پر دو سو اسی جگمگاتے ستارے بنائے گئے تھے ۔ جن میں سے اندرونی دالان کے ستارے خالص چاندی کے تھے ۔ اس کے علاوہ چھت مختلف چوبی پٹیوں (Panells) سے آراستہ تھی ۔ ھر پٹی پر نقش و نگار کا انداز مختلف تھا ۔ مسجد کے وسط میں تانبے کا ایک بہت بڑا جھاڑ معلق تھا جس میں بیک وقت ھزار چراغ جلتے تھے ۔ خاص دالان کے دروازہ پر سونے کا کام کیا گیا تھا جبکہ محراب اور اس سے متصل دیوار سونے کی تھی ۔ سنگ مرمر کے ستونوں پر سونے کے کام سے ان کی تزئین و آرائش کا کام نہایت نفاست سے کیا گیا تھا ۔

الداخل کے بعد امیر ھشام مسند امارت پر متمکن ہوئے ۔ انھوں نے بھی اس مسجد کی تعمیر و توسیع کا کام جاری رکھا ۔ انھوں نے تو اپنے دور حکومت کے سات سالوں میں تمام مال غنیمت کا خمس مسجد کی تعمیر پر خرچ کیا ۔ اس عظیم الشان مسجد کا وہ عظیم

مینار جو چہار پہلو تھا انھی کے زمانے میں تعمیر ہوا ۔ اس مینار کا شمار عجائبات عالم میں ہوتا تھا ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس یکتائے زمانہ مسجد کی تکمیل پر ماہ و سال نہیں صدیاں خرچ ہوئیں ۔ ہر امیر نے اپنی بساط اور ذوق کے مطابق اس پر بے دریغ خرچ کیا ۔ ہزاروں مزدوروں نے سینکڑوں معماروں کی معیت میں اس مسجد کی تعمیر و آرائش پر اپنا خون پسینہ ایک کیا تب جاکر اسے وہ مقام نصیب ہوا جو بہت ہی کم عمارتوں کو حاصل ہے۔

ذیل میں ہم اس مسجد کے بعض اہم حصوں پر الگ الگ روشنی ڈالتے ہیں ۔

محراب و منبر :

مسجد میں محراب و منبر کو ایک ممتاز مقام حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ جہاں باہر سے دیکھنے والوں کے لئے مسجد کا مینار اور گنبد مرکز نگاہ بن جاتے ہیں وہاں مسجد کے اندر محراب و منبر ہی وہ دو مقام ہیں جو ہر ایک کی توجہ کا مرکز ہوتے ہیں ۔ مسجد قرطبہ کی محراب (Niche) جس سنگ مرمر سے تیار کی گئی تھی وہ دودھ سے زیادہ اجلا اور برف سے زیادہ چمکیلا تھا ۔ صناعوں نے اسے ہفت پہلو کمرہ بنا دیا تھا جس کے اندر کی جانب سنگتراشی کے ذریعے خوبصورت گل کاری کا کام کیا گیا تھا ۔ اس کے سامنے کی طرف قوس کی شکل کی جو محراب (Arch) بنائی گئی ہے اسے دونوں طرف سے دو دو ستونوں نے سہارا دے رکھا ہے۔ ہر جانب ایک ستون نیلگوں اور ایک سرخ ہے۔ اس محراب پر قوس ہی کی شکل میں پچی کاری کے ذریعے خوبصورت رنگین نقش ونگار بنائے گئے ہیں جس کے گرداگرد کوفی رسم الخط میں قرآنی آیات لکھی گئی ہیں ۔ محراب

کی چھت ایک بہت بڑے صدف سے آراستہ ہے۔ قبلہ کی دیوار کے ساتھ ساتھ پچی کاری سے مزیّن تین بڑے بڑے دروازے ھیں جن میں سے درمیانی دروازے میں مسجد کی محراب واقع ہے۔ محراب کے قریب قبلہ کی دیوار نے تین عظیم قبوں کو (Vaults or Cupolas) کو تھام رکھا ہے جن میں سے درمیانی قبے کے اندر پچی کاری کا خوبصورت کام کیا گیا ہے۔ قبلہ کی دیوار کے ساتھ جو دروازہ ,,ساباط،، پر بنایا گیا ہے اس کی ایک جانب وہ منبر تھا جو خوشبودار اور قیمتی لکڑی کے ۳۶ هزار ٹکڑوں سے بنایا گیا تھا۔ ٹکڑوں کو جوڑنے کے لئے سونے اور چاندی کے کیل لگائے گئے تھے۔ نفح الطیب میں ابن بشکوال کی جو عبارت نقل ہوئی ہے اس کے مطابق لکڑی کے ہر ٹکڑے پر سات درهم نقرئی خرچ آئے تھے۔ جو لکڑی استعمال کی گئی تھی اس میں صندل ، بقم ، حدنگ، آبنوس اور شوحط شامل ھیں۔ یہ منبر آٹھ فنکاروں نے سات برس کی طویل مدت میں مکمل کیا تھا۔ منبر میں زیادہ آب وتاب پیدا کرنے کے لئے اسے جواهرات سے مرصّع کیا گیا تھا۔ انقلابات زمانہ کی دستبرد سے اگر مسجد قرطبہ کا کوئی حصہ صحیح حالت میں بچ سکا ہے تو وہ یہی محراب ہے جس کی چمک اور تابانی آج بھی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔

ستـــون :

تیری بنا پائیدار ، تیرے ستوں بے شمار
شام کے صحرا میں ہو جیسے هجوم نخیل
(اقبال)

امیر عبدالرحمن الداخل اور امیر هشام کے عہد میں جو ستون مسجد قرطبہ میں استعمال کئے گئے وہ یا تو قرطاجنہ سے لائے گئے تھے یا اربونہ اور اشبیلیہ سے۔ لیکن یہ ستون تعداد میں اس قدر زیادہ نہ

تھے کہ آئندہ کی تمام ضروریات کو پورا کر سکتے ۔ لہذا عبدالرحمن الناصر نے اندلسی سنگ مرمر سے مختلف رنگوں کے ستون ترشوائے ۔ سنگ مرمر کے یہ ستون سفید ، نیلگوں ، سرخ ، سیاہ ، سبز، گلابی اور رنگ برنگ کی چتّیوں والے تھے ۔ سنگ سماق ، سنگ رخام اور زبرجد سے بنائے گئے ان ستونوں پر سونے کی مینا کاری اور جواھرات کی پچی کاری کی گئی تھی ۔ مجموعی طور پر ان ستونوں کی تعداد ۱۴۰۰ سے زائد تھی ۔ ان ستونوں پر نعلی محرابیں اس طرح بنائی گئی ھیں کہ یہ ستون کھجور کے تنے اور ان پر بنے چھوٹے بڑے محاریب کھجور کی شاخیں معلوم ھوتی ھیں ۔ جس ترتیب اور وضع سے انھیں نصب کیا گیا تھا اس کی بناء پر کسی بھی زاویے سے انھیں دیکھا جائے تو یوں محسوس ھوتا ہے جیسے انسان کسی دل فریب نخلستان میں کھڑا ہے اور اس کے سامنے ھزار ھا کھجور کے درخت صف بستہ کھڑے ھیں ۔ گویا کسی ساحر نے اپنے سحر کے زور سے ان کے سیدھے تنوں اور ژولیدہ شاخوں کو یک لخت پتھر کا بنا دیا ھو ۔ چھت کو سہارا دینے والے ستونوں پر قائم محرابوں کے علاوہ بہت سی چھوٹی بڑی آرائشی محرابیں بھی بنائی گئی تھیں جو ایک دوسرے کو قطع کرتی نظر آتی ھیں ۔ یہ زیادہ تر بند محرابیں (Blind Arches) ھیں جن کے درمیانی حصوں کو گچ کاری ، پچی کاری اور ٹائلوں کے کام سے آراستہ کیا گیا ہے ۔

دروازے :

مسجد میں توسیع کے نتیجہ میں اس کے دروازوں کی تعداد نو سے بڑھ کر اکیس تک پہنچ گئی تھی ۔ نو دروازے مشرق کی جانب اور نو مغرب کی جانب تھے ۔ ان میں سے ھر طرف کے آٹھ دروازے مردوں کے لئے اور ایک ایک دروازہ عورتوں کے لئے مخصوص تھا ۔ شمال کی

جانب تین دروازے تھے ان تمام دروازوں کے کواڑوں پر صیقل شدہ پیتل کی پتریاں چڑھائی گئی تھیں جو سورج کی روشنی میں خوب چمکتی تھیں ۔ اس کے علاوہ جنوب کی طرف سونے کے کواڑوں والا ایک بڑا دروازہ بھی تھا جو قصر خلافت سے ملانے والی ,,ساباط،، نامی مسقف گزرگاہ پر بنا ہوا تھا ۔ اسی راستے سے گزر کر امراء اندلس مقصورہ میں داخل ہوتے تھے ۔ ساباط کے دروازے کی محراب پر گنجان پچی کاری کا کام کیا گیا ہے حتی کہ کوفی رسم الخط میں تحریر عبارتیں تک پچی کاری سے لکھی گئی ہیں ۔

پانی اور روشنی کا انتظام :

مسجد میں فانوسوں اور موم بتیوں کی روشنی کے سبب رات کو بھی دن کا گمان گزرتا تھا ۔ اگرچہ اس میں جلنے والے چراغوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں مگر پھر بھی وہ ساڑھے سات ہزار سے کسی طرح کم نہ تھے ۔ سال بھر میں ساڑھے تین من موم کے علاوہ تین سو من تیل جلایا جاتا تھا ۔

شروع میں وضو کرنے کے لئے پانی مسجد کے باہر کے ایک کنویں سے میضاۃ (وضوگاہ) میں پکھالوں کے ذریعے لاکر بھرا جاتا تھا ۔ لیکن بعد میں الحکم نے چار میضاۃ بنوائے جن میں سے دو بڑے اور دو چھوٹے تھے ۔ ان میں پانی بھرنے کے لئے ایک پختہ نہر جبل قرطبہ کو کاٹ کر مسجد تک لائی گئی تھی ۔ اس کا پانی نہایت عمدہ اور شیریں تھا اور ہر وقت رواں رہتا تھا ۔ مسجد کی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد یہ پانی تین زمین دوز نالیوں کے ذریعے مسجد سے باہر نکل جاتا تھا ۔

مینـــار :

تیرے درو بام پر وادئ ایمن کا نور
تیرا منارِ بلند جلوہ گہِ جبرئیل
(اقبال)

مسجد قرطبہ میں مینار کا اضافہ سب سے پہلے ہشام اول نے کیا تھا ۔ یہ مینار چہار پہلو تھا اور اس کے اوپر جانے کے لئے صرف ایک زینہ تھا ۔ اس کی بلندی بھی عمارت کی مناسبت سے رکھی گئی تھی ۔ ۸۸۸ء میں ایک زلزلہ سے اس مینار کو شدید نقصان پہنچا لہذا الناصر جب سریر آرائے خلافت ہوا تو اس نے پرانے مینار کی جگہ دوسرا مینار بنوایا جو پہلے مینار کی بنسبت کہیں زیادہ رفیع الشان تھا ۔ اس مینار کے بارے میں نفح الطیب میں ابن بشکوال کی جو عبارت نقل ہوئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی بلندی بہتر ہاتھ تھی ۔ زمین سے چون ہاتھ کی بلندی پر ایک چھجہ تھا جس پر ستون قائم کرکے ان پر ایک برج بنا دیا گیا تھا جہاں مؤذن اذان دیتا تھا ۔ پہلے مینار کے برعکس اس میں اوپر جانے کے لئے دو زینے بنا دیئے گئے تھے ۔ برج کے اوپر کلس تھا جو سیب کی شکل کے تین گولوں پر مشتمل تھا جو ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے تھے ۔ ان میں سے بیچ کا گولا چاندی کا اور دوسرے دونوں سونے کے تھے ۔ ان سیبوں کے اوپر چھ پنکھڑیوں والا سوسن کا پھول تھا جس پر ایک نہایت خوبصورت سونے کا انار بنا دیا گیا تھا ۔

مقصـــورہ :

الحکم نے جو مقصورہ تیار کرایا تھا اس کے بارے میں نفح الطیب میں ابن بشکوال کا قول ابن سعید کے حوالے سے اس طرح نقل ہوا ہے کہ دیوار قبلہ سے متصل دالان کے گیارہ دروں میں سے بیچ کے پانچ

دروں کو گھیر کر یہ مقصورہ بنایا گیا تھا ۔ مقصورہ سے کچھ دور لکڑی کی دیوار بنا دی گئی تھی جس پر نہایت ھی عمدہ کام کیا گیا تھا ۔ اس مقصورہ کا فرش مسجد کے باقی فرش سے کسی قدر اونچا رکھا گیا تھا ۔ اس میں داخل ہونے کے تین دروازے تھے ۔ ایک دروازہ قبلہ کی دیوار میں جبکہ ایک ایک مشرق و مغرب کی سمت میں تھا ۔ مقصورہ کا فرش چاندی کا اور تمام دیواروں پر جڑاؤ کا کام بلّور کے ٹکڑوں اور قیمتی رنگین نگینوں سے کیا گیا تھا ۔ ان بلّور کے ٹکڑوں اور نگینوں پر بھی سونے کی مینا کاری تھی ۔ مقصورہ میں ایک ستون کی جگہ چار ستون کھڑے کرکے ان پر متعدد الجھت محاریب (Polygon Arches) والے تاج قائم کئے گئے تھے ۔ ان ستونوں پر اوپر سے نیچے تک فیروزے جڑ کر سونے کے پھول بوٹے بنائے گئے تھے ۔

یہ مستطیل مسجد لمبائی میں ۱۸۰ میٹر اور چوڑائی میں ۱۳۵ میٹر ہے ۔ اس رقبہ میں مسجد کا قبلہ کی سمت دالانوں والا حصہ ، صحن مسجد اور تین طرف کے دالانوں کے علاوہ اس مینار کو بھی شامل کیا گیا ہے جو مسجد کے مینار کی جگہ بنایا گیا ہے (۱۱) ۔

چند دیگر عمارتیں :

اندلس کی یادگار اور تاریخی عمارتوں میں جامع مسجد قرطبہ کے بعد قصر الحمراء کو جو شہرت دوام حاصل ہوئی وہ کسی اور عمارت کے حصہ میں نہیں آئی ۔ مگر الحمراء پر کچھ لکھنے سے پہلے چند دیگر تاریخی عمارتوں کا ذکر ضروری ہے ۔ اگرچہ ان تاریخی عمارات میں سے بیشتر عمارتوں کا وجود اب سرزمین اندلس پر باقی نہیں رہا مگر تاریخ کی کتابوں میں ان کی داستان حسن و جمال کا تذکرہ مل جاتا ہے ۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ھیں اسلامی اندلس کی سب سے پہلی تاریخی عمارت جامع مسجد قرطبہ

تھی تو سب سے آخری عمارت قصر الحمراء تھا ۔ یہ بات کسی قدر حیرت انگیز ہے کہ یہی دونوں عمارتیں مکمل طور پر تباہ وبرباد ہونے سے بچ گئیں ورنہ دیگر عمارتیں تو الگ رہیں بعض شہروں تک کا وجود سوائے کھنڈرات کی صورت کے باقی نہیں رہا ۔

بہرحال تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ان یادگار عمارتوں میں سے ایک عمارت رصافۃ تھی ۔ اسے قرطبہ میں امیر عبدالرحمن الداخل نے دمشق کے اس رصافہ کے طرز پر بنوایا تھا جو امیر کے دادا ہشام نے تعمیر کرایا تھا ۔ اس کے ساتھ ایک پر فضا باغ تھا جس میں انواع و اقسام کے پھل دار درخت اور پھولدار پودے دور دراز کے مقامات سے منگوا کر لگائے گئے تھے ۔ اسی نزھت گاہ میں کھجور کاوہ یکہ وتنہا درخت بھی تھا جس کے ساتھ امیر کو گہری محبت تھی اور جس کی شاخوں کو پکڑ کر وہ ایام رفتہ کو یاد کر لیا کرتا تھا ۔ امیر کے وہ حسین اشعار جن کا آزاد ترجمہ علامہ اقبال نے بھی اپنے کلام میں کیا ہے یہ ھیں :۔

تبدت لنا وسط الرصافۃ نخلـۃ
تناءت بارض الغرب عن بلد النخل
فقلت شبیھی بالتغرب والنـوی
وطول التنائی عن بنّی وعن اھلی
نشأتِ بارض انت فیھا غـریبـۃ
فمثلک فی الاقصاء والمنـــتای مثلی
سقتک غوادی المزن من صوبھا الذی
یسح ویستمری السماکین بالوبل

ترجمـہ : رصافہ کے بیچ ھمیں ایک کھجور کا درخت دکھائی دیا جو کھجوروں کی سرزمین سے بہت دور مغرب میں اگا ہے ۔ میں نے

اس سے کہا کہ اھل و اولاد سے دوری اور غریب الوطنی میں تو بھی میری طرح ہے۔ تو بھی میری طرح ایک اجنبی دیس میں اپنوں سے دور آ بسا ہے۔ تجھے ابر بہار اپنے اس باران رحمت سے سیراب کرے جس کے جل تھل سے آسمان و زمین شاداب ھو جاتے ھیں ۔

امیر عبدالرحمن الداخل کی تعمیر کردہ عمارتوں میں سے ایک ,,قصر قرطبہ،، کے نام سے تاریخ کی کتابوں کی زینت ہے۔ اگرچہ اس کی تعمیر امیر نے شروع کرائی تھی مگر اس کی تکمیل بعد کے حکمرانوں کے ھاتھوں ھوئی ۔ اس قصر میں بہت سی محل سرائیں تعمیر کی گئی تھیں جن کی تعداد تقریباً چار سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ ان محلات میں سے بعض کے نام الکامل ، المجدد ، المعشوق ، الروضۃ، المبارک ، اور البدیع وغیرہ تاریخ کی کتابوں میں درج ھیں ۔ اس قصر میں نہروں ، حوضوں اور آبشاروں کی کثرت تھی جن میں پانی زمین دوز نہروں کے ذریعے مہیا کیا جاتا تھا ۔ یہ پانی منقش سنگ رخام کے حوضوں تک پہنچنے کے بعد ان میں ایسے سونے اور چاندی سے بنے ھوئے انابیب (Pipes) کے ذریعے گرتا تھا جن کے سرے درندوں اور پرندوں کی شکلوں پر بنائے گئے تھے ۔

قرطبہ کی تاریخی عمارتوں میں سے ایک وادی الکبیر کا پل ہے جو اگرچہ پہلے پہل رومیوں کے عہد میں تعمیر کیا گیا تھا مگر بعد میں السمح بن مالک الخولانی نے اسے ازسر نو پختہ اور مضبوط بنیادوں پر تعمیر کرکے پھر سے قابل استعمال بنا دیا تھا ۔ عبدالرحمن الداخل نے اس پر خاص توجہ دی اور زر کثیر خرچ کرکے اسے مستحکم کیا ۔ اس پر سب سے زیادہ رقم الحکم ثانی کے دور میں خرج کی گئی جس کے نتیجے میں یہ پل اوپر سے نیچے تک نہایت ھی دلکش پھولوں اور بیل بوٹوں سے آراستہ ھو گیا تھا ۔ یہ پل جامع قرطبہ کے قریب ھی واقع ہے۔

اشبیلیه میں دو عمارتیں اپنی خوبصورتی اور بناوٹ کے اعتبار سے قابل ذکر تھیں ۔ ان میں سے ایک تو ,, قصر اشبیلیه ،، کے نام سے موسوم تھی جو موحدین کے دور میں تعمیر ہوئی ۔ یہ قصر طرز تعمیر میں کسی حد تک الحمراء سے مشابہ تھا مگر خوبصورتی اور نفاست میں اس سے کہیں کم تر ۔ اشبیلیه میں دوسری یادگار عمارت اس کا مینار ہے جو شاید کسی مسجد کا حصہ تھا ۔ مسجد کا تو اب کوئی وجود نہیں البتہ مینار کے آثار پائے جاتے ہیں ۔ اس مینار کی وجہ شہرت اس کی وہ دیواری آرائش تھی جس پر اندلس کے صناعوں نے اپنے فن کے جوہر دکھائے تھے ۔ اس مینار پر قلم کاری کی گئی تھی اور اس کے اردگرد کی جالیوں پر زخرفة العرب (Arabesque) کا کام کیا گیا تھا (۱۳) ۔

قصـر الزهراء :

قرطبه کے نادرۂ روزگار محلات میں سے ایک عبدالرحمن الناصر کا تعمیر کردہ قصر ,,الزهراء،، تھا جسے اس نے شہر سے چار میل کے فاصلے پر تعمیر کرایا تھا اور الحکم ثانی کے دور میں تقریباً چالیس سال کے عرصہ میں اپنی تکمیل کے تمام مراحل طے کرکے مکمل ہوا تھا ۔

یه قصر دراصل ایک چھوٹا سا شہر تھا جو تقریباً سات فرلانگ لمبے اور پانچ فرلانگ چوڑے رقبه پر پھیلا ہوا تھا ۔ یہی وجہ ہے که بعض حضرات اسے محض ایک قصر کی بجائے شہر قرار دیتے ہوئے مدینة الزهراء کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ الناصر نے اسے ۹۳٦ء میں اپنی چہیتی لونڈی الزهراء کی فرمائش پر تعمیر کرانا شروع کیا تھـا ۔ اگرچه شاہی محل اور دیگر اہم عمارات اس کے عہد میں تعمیر ہو چکی تھیں لیکن اس کی تعمیر الحکم ثانی کے عہد میں بھی جاری رہی اور اس طرح پورے چالیس برس میں جاکر اس کی تکمیل ہوئی۔

مدینة الزهراء میں شاهی محل کی عمارت سب سے زیادہ پر تکلف اور وسیع تھی ۔ اس محل کے دو حصوں کا ذکر مورخوں نے خاص طور پر کیا ہے ۔ ایک ,,مجلس مونس ،، اور دوسرے ,,قصر الخلفاء،، ۔ مجلس مونس شاهی محل کا مشرقی ایوان تھا ۔ اس کے قریب سبز سنگ مرمر کا حوض نصب کیا گیا تھا ۔ ایک دوسرا حوض جو برنجی رنگ کے سنگ مرمر سے بنایا گیا تھا اس پر هر طرف سونا چڑھا هوا تھا اور آدمیوں کی ابھری هوئی تصویروں سے مزین تھا ۔ اس کے اردگرد جانوروں کی مورتیں خالص سونے کی تھیں ۔ ان میں ایک مورت شیر کی تھی جس کے ایک پہلو میں هرن اور دوسرے پہلو میں ایک نہنگ تھا ۔ اس کے علاوہ اژدها ، هاتھی ، عقاب، شکرہ، مور ، کبوتر ، مرغا، مرغی اور چیل وغیرہ کی سونے سے بنی هوئی مورتیں تھیں جو جواهرات سے مرصع تھیں ۔ ان مورتیوں کے منہ سے پانی کی دهاریں نکل نکل کر حوض میں گرتی تھیں ۔

شاهی محل کے دوسرے ایوان کا نام قصر الخلفاء تھا ۔ اس کی چھت اور دیواریں سونے اور شفاف مرمر کی تھیں ۔ چھت کے اوپر کی پوشش خالص سونے اور چاندی کے کھپروں کی تھی ۔ اس ایوان کے وسط میں ایک حوض تھا جس میں پارہ بھرا رهتا تھا ۔ ایوان کے هر ضلع میں آٹھ آٹھ محرابوں والے در تھے جن میں کواڑ لگے تھے ۔ محرابیں رنگین سنگی ستونوں پر قائم تھیں اور کواڑ آبنوس اور هاتھی دانت کے تھے جن پر سنہری کام کرکے انھیں جواهرات سے مرصع کیا گیا تھا ۔ جس وقت دھوپ اندر آتی تو حوض میں بھرے هوئے پارہ سے منعکس هو کر چھت اور دیواروں کو اس قدر روشن کر دیتی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ هو جاتی تھیں ۔

شاهی محل کے علاوہ مدینة الزهراء کی جامع مسجد بھی قصر شاهی سے کسی طرح کم نہ تھی ۔ کہتے هیں کہ یہ مسجد صرف

اڑتالیس دن میں تیار ہو گئی تھی مگر اس کے باوجود بے عیب تھی۔ مسجد کا ہر حصہ بڑی خوبصورتی سے بنایا گیا تھا ۔ مسجد کے صحن میں ایک حوض اور فوارہ نصب تھا ، نیز اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا منارہ بھی تعمیر کیا گیا تھا جو چہار پہلو تھا ۔

اس خوبصورت شہر میں ان اہم عمارتوں کے علاوہ حمام ، سرائیں ، مدرسے، بازار اور دیگر عمارتیں بھی لاجواب تھیں ۔ مورخین کے بقول الناصر کے عہد خلافت کے پچیس برسوں میں اس کی تعمیر پر کل سالانہ آمدنی کا ایک تہائی حصہ خرچ کیا جاتا رہا ہے جبکہ الحکم ثانی کے عہد میں بھی پندرہ سال تک اس میں اضافے کئے جاتے رہے ۔

خوابوں کا یہ شہر واقعی جنت نظیر تھا ۔ دنیا جہاں کی خوبصورتی خواہ وہ قدرتی تھی یا انسانی ہاتھوں کی فنکارانہ صلاحیتوں کی مرہون منت، اس شہر میں موجود تھی ۔ صاف ستھری نہریں ، سرسبز و پر فضا باغات، پر رونق اور کشادہ بازار، قصر شاہی کے زرق برق لباس پہنے ہوئے خدام، امراء و اعیان سلطنت غرض شہر کیا تھا روئے زمین پر جنت کا نمونہ تھا ۔ بہت سے شعراء نے اس کی خوبصورتی ، رونق اور چہل پہل کی تعریف میں قصیدے لکھے ۔ مگر یہ شہر جس کو تعمیر ہونے میں چالیس برس کا عرصہ لگا تھا اسے تباہ وبرباد ہو کر راکھ کا ڈھیر بننے میں بہت ہی کم وقت صرف ہوا ۔ اسے کل چالیس برس تک ہی قصر خلافت کی حیثیت حاصل رہی ۔ پہلے تو الحاجب المنصور نے اقتدار پر قبضہ کر لینے کے بعد اس کے بجائے ایک نیا قصر ,,الزاهرة،، تعمیر کراکے اسے قصر خلافت قرار دیا ۔ بعدازاں بربروں کی بغاوتوں کے نتیجہ میں پھیلنے والی طوائف الملوکی نے اسے کھنڈرات میں بدل کر رکھ دیا ۔

الحمـراء :

الحمراء کو اگر مسلمانان اندلس کے سات سو سالہ تعمیری تجربات کا نچوڑ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا ۔ اس کی عمارتیں اپنے عہد کے فن تعمیر کا انتہائی ترقی یافتہ نمونہ ہیں ۔ اگرچہ غرناطہ کے قریب سبیکہ نامی پہاڑی پر الحمراء نامی قلعہ کا ذکر نویں صدی عیسوی میں بھی ملتا ہے مگر شاہی رہائش گاہ کے طور پر یہ ناصری خاندان کے بانی محمد الاحمر کے برسر اقتدار آنے کے بعد تیرھویں صدی عیسوی میں جاکر کہیں منصّہ شہود پر آیا ۔ جہاں تک الحمراء کی وجہ تسمیہ کا تعلق ہے اسے یہ نام اس سرخ مٹی کی وجہ سے دیا گیا ہے جس سے اس قلعہ کی فصیل اور عمارتیں تعمیر کی گئی ہیں ۔

۱۲۳۸ء میں محمد الاحمر نے سریر آرائے سلطنت ہوتے ہی اس قلعہ کو اپنی رہائش کے لئے منتخب کیا اور اسے مرمت کرانے کے ساتھ ساتھ کچھ عمارتوں کی تعمیر بھی شروع کرا دی جن کی تکمیل اس کے بیٹے محمد الثانی کے عہد میں ہوئی۔البتہ الحمراء کے شاہی محلات کی تعمیر کی ابتداء کا سہرا اسی خاندان کے یوسف الاول کے سر ہے جس نے چودھویں صدی عیسوی کی چوتھی دھائی میں یہاں پر ,,ایوانہائے قمارش،، اور ,,باب العدل،، کے علاوہ چند مینار اور حمام تعمیر کرائے تھے ۔ الحمراء کی زیادہ تر عمارتیں محمد الخامس کے عہد کی یادگار ہیں جس نے نہ صرف پہلے سے تعمیر شدہ ایوانوں کی تزئین و آرائش کا کام مکمل کرایا بلکہ ,,ساحۃ السباع،، اور اس سے محلق عمارتیں بھی اسی نے تعمیر کرائی تھیں ۔

الحمراء سے چند شاہی محلات پر مشتمل ایک قصر ہی مراد لینا درست نہ ہوگا بلکہ حقیقت میں یہ وسیع و عریض باغات پر مشتمل

ایک بیرون شهر اقامت گاہ تھی جس کی تعمیر پر بے انتہا رقم خرچ ہوئی تھی ۔ اس میں عظمت،شوکت اور تخیل کا ایک عجیب و غریب امتزاج پایا جاتا ہے ۔ الحمراء کی عمارتیں مسلم فن تعمیر کے دیگر نمونوں کے برعکس بظاہر فرسودگی پذیر مسالے سے بنی ہوئی نظر آتی ہیں اور اپنی تمام تر آرائش و کمال کے باوجود غیر مستحکم تعمیراتی سامان سے تعمیر ہونے والی عمارتوں کی عمدہ مثال قرار دی جاتی ہیں ۔ مگر الحمراء کا صدیوں سے حوادث زمانہ کا مقابلہ کرتے چلے آنا اور بعض دیگر عمارتوں کی طرح صفحہ ہستی سے ناپید نہ ہونا اس خیال کی تردید کے لئے کافی ہے۔البتہ اس بات سے کلیۃً انکار ممکن نہیں کہ اس کی تعمیر میں ٹھوس عمارتی سامان کا استعمال بہت ہی کم ہوا ہے ۔ اس کی عمارتیں صرف عناصر اربعہ سے مرکب نظر آتی ہیں ۔ یعنی ان کی تعمیر میں اینٹیں ، لکڑی ، گچ اور پانی کے سوا کسی اور چیز کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ الحمراء مسلمانان اندلس کے دور انحطاط کی یادگار ہے جب مسلمانوں کی حکومت محض غرناطہ تک محدود ہو کر رہ گئی تھی ۔ ایسی صورت میں ان کے لئے تعمیراتی پتھر ، سنگ مرمر یا اس قبیل کی دوسری چیزیں کہیں باہر سے منگوانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا ۔ لہذا وہاں کے فن کاروں نے وہاں پر دستیاب اشیاء ہی کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا ذریعہ بنایا اور دنیا کے لئے ایک شاہکار بطور یادگار چھوڑ گئے ۔

الحمراء جو ۲۲۰۰ میٹر رقبہ پر پھیلا ہوا ہے اپنی فصیل اور بائیس برجوں کی وجہ سے قلعہ دکھائی دیتا تھا ۔ یہ قصر شہر غرناطہ سے دو تین مقامات پر ملا ہوا ہونے کے باوجود اس سے جداگانہ حیثیت کا مالک تھا ۔ کیونکہ بیرونی دنیا سے اس کا براہ راست رابطہ موجود

تھا ۔ اس میں داخل ہونے کے لئے چار بڑے بڑے دروازے تھے جن میں سے سب سے قدیم اور اہم دروازہ جو جنوب مغربی جانب ہے باب الشریعة کہلاتا ہے ۔

بظاہر یوں نظر آتا ہے کہ الحمراء کے آرائشی کام کے منصوبہ سازوں نے کوئی نئی راہ ایجاد نہیں کی تھی ۔ کیونکہ یہاں کی آرائش میں حسب ذیل نقوش کا امتزاج پایا جاتا ہے ۔ عام کثیر الاضلاع اشکال جو دیواروں کے زیریں حصوں پر کثرت سے نظر آتی ہیں ۔ اس سے اوپر کے حصوں پر طغرائی شکل کے گل بوٹے ہیں جو طاقچوں کی قطار تک جاتے ہیں ۔ سب سے اوپر کتبات ہیں جن سے آرائش کا کام بھی لیا گیا ہے ۔ الحمراء کے گل بوٹے برابر کا ابھار دے کر ایک دوسرے کے ساتھ یوں ملائے گئے ہیں کہ سطح یکساں اور ہموار رہے ۔ الحمراء میں تصویر کشی اور بت تراشی کے نمونے بھی نظر آتے ہیں ۔ دیواروں پر تصاویر بنانے کے ساتھ ساتھ اس دور کے لوگوں، ان کے لباس اور عادات وغیرہ کو سنگ تراشی کے ذریعے ابھار کر منقش کیا گیا ہے ۔

ٹائلوں کے کام میں اصول ہندسہ کے زاویوں کا محیّر العقول استعمال کاریگروں کے حسن تخیل کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔ الحمراء کے ہر حصہ میں یہ ہندسی اشکال اس حصہ کے مقاصد سے پوری طرح ہم آہنگ نظر آتی ہیں جو علامتی طور پر اختیار کئے گئے ہیں ۔ مثلاً قاعة العدل میں جو ہندسی اشکال ہیں ان کے مرکز میں ایک آفتاب نما دائرہ ہے جس سے پھوٹنے والی عدل و انصاف کی کرنیں اردگرد کو اپنے احاطہ میں لیتی نظر آتی ہیں ۔ اسی طرح ہر حصہ میں تحریر آیات و احادیث ، دعائیں،اشعار اور دیگر عربی عبارتیں مکمل طور پر اس حصہ کے مقاصد کی ترجمانی کرتی ہیں ۔ البتہ بنو الاحمر کا

خاندانی شعار ,, ولا غالب الا اللہ ،، ہر حصہ میں تحریر کیا گیا ہے۔ دیواروں پر ٹائلوں کے علاوہ زخرفة العرب (Arabesque) کا کام نہایت اعلیٰ معیار کا ہے۔ گنبدوں میں لاجوردی ، سنہرا اور ارغوانی کام اس قدر مہارت اور خوبصورتی سے کیا گیا ہے کہ ہیرے جواہرات کا دھوکہ ہوتا ہے۔ عمارت کی سطح پر گچ کی استر کاری کی گئی ہے جو رنگین ہے۔

الحمراء کے نازک ستون کہیں پر اکہرے ہیں اور کہیں پر دوہرے ۔ کسی پر نقش و نگار ہیں تو کوئی سادہ ۔ ستونوں کے تاج (Capitals) جن قاعدوں پر استوار ہیں وہ مدوّر ہیں اور انہیں لہر دار نقش و نگار سے مزین کیا گیا ہے۔ ان کے اوپر ایک مربع دے کر بڑی افراط سے طغرائی گل کاری کی گئی ہے ۔ چند ایک محرابوں کو چھوڑ کر اکثر محاریب میں خالص اسلامی طرز تعمیر مقرنس (Stalactite or Honeycomb) کا استعمال کثرت سے کیا گیا ہے۔ اس طرز تعمیر کے ذریعے ایک طرف اگر متعدد الجہت مختلف الزوایا هندسی اشکال سے آرائش کا کام لیا گیا ہے تو دوسری طرف اس سے وسعت و کشادگی کے حصول کا مقصد بھی پورا کیا گیا ہے۔ نعلی یا نیم قوسی پیچ و خم والی یہ محرابیں اپنی خوبصورت نقاشی و گل کاری کی وجہ سے بے مثال حسن کی مالک ہیں ۔ ان محرابوں کے بالائی حصوں میں تھوڑا سا فاصلہ دے کر خوبصورت جالیاں بنی ہوئی ہیں جبکہ ان کے دریچے گل بوٹوں سے آراستہ ہیں ۔

آرائشی کام کی کثرت اور خوبصورت نقاشی و گل کاری کے لحاظ سے الحمراء کا سب سے مشہور اور عدیم المثال حصہ ,,فناء السباع ،، یا ,,دیوان الاسد ،، یا مأسدة ،، یا ,,بیت الاسود ،، ہے جیسا کہ مختلف مورخوں نے اسے موسوم کیا ہے۔ اس کے وسط میں ایک حوض

ہے جس کے اطراف میں بارہ شیر بنے ہوئے ہیں جن کے منہ سے پانی کی دھاریں گرتی تھیں ۔ شیروں والے اس حوض کے اردگرد کی تزئین کا مقابلہ الحمراء کا اگر کوئی اور حصہ کر سکتا ہے تو وہ اس سے ملحق ,,ساحۃ القضاء،، یا ,,قاعۃ العدل،، ہے۔ یہ دونوں حصے آرائش کے اعتبار سے ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں ۔

الحمراء اور اس سے محلق حماموں اور باغوں کے لئے پانی کا حصول اس طریق کار کی مرھون منت تھی جسے پختہ نالیوں (Aqueducts) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے جو پختہ نالیاں تعمیر کی جاتی تھیں انھیں ضرورت کے مطابق پلوں پر سے گزارا جاتا تھا تاکہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک آب رواں کی رسائی و روانی میں نشیبی علاقوں، وادیوں اور کھائیوں کی پستیاں رکاوٹ نہ بنیں ۔ اس طرح سبیکہ کی پہاڑی سے ان نہروں کے ذریعے الحمراء کو وافر پانی کی ترسیل ہمہ وقت جاری رہتی تھی ۔

الحمراء اگرچہ ,,القصبہ ،، کے ,,برج الحراسۃ،، سے شروع ہو کر ,,برج الماء ،، تک پھیلا ہوا ہے اور اس کی فصیل کے اندر القصبہ ، میدان الاجباب ، المَشْوَرْ (Mexuar)، اصل الحمراء کے تینوں حصے ، چارلس پنجم کا محل جہاں پہلے مسجد ہوا کرتی تھی اور البرطل کے باغات وغیرہ واقع ہیں ۔ حتی کہ بعض حضرات الحمراء کی فصیل سے باھر کے ,,جنۃ العریف،، کو بھی الحمراء میں شامل گردانتے ہیں۔ مگر ہمارے لئے جو حصہ اہم ہے وہ اصل الحمراء ہے جس کی عمارتوں کو ان کی بناوٹ اور خصوصیات کی بنیاد پر تین ایسے بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جن کی حد بندی ممکن ہے۔

ان میں سے پہلا حصہ وہ ہے جو ,,دار الشوری ،، یا ,,دار العوام ،، کہلاتا تھا جس میں ہر شخص کو جانے کی اجازت تھی ۔ یہیں سلطان داد رسی کیا کرتا تھا اور رعایا باریاب ہوتی تھی ۔ اس حصہ

میں ایک چھوٹی سی مسجد واقع تھی جس کی محراب کے آثار اب بھی باقی ھیں اور اس پر یہ الفاظ تحریر ھیں : ,,اھل غفلت میں شامل نہ رہ ۔ آ اور نماز پڑھ ،،۔آج کل یہ حصہ المَشوَر (Mexuar) یا سنہرا ایوان کہلاتا ہے اور اسے از سر نو تعمیر کیا گیا ہے ۔

دوسرا حصہ دیوان خاص ہے جہاں معزز مہمانوں اور شاھوں کا استقبال کیا جاتا تھا اور یہی حصہ تخت گاہ سلطان بھی تھا ۔ یہ حصہ ,,فناء الریحان ،، یا ,,ساحة البِرْکہ ،، اور اس سے ملحق عمارتوں پر مشتمل ہے جو تقریباً ۳۷ میٹر لمبا اور ۲۳ میٹر چوڑا ایک مستطیل احاطہ ہے۔اس کے وسط میں تقریباً ۳۴ میٹر لمبا اور سات میٹر چوڑا تالاب ہے جس کے ارد گرد مہندی کے پودے لگائے گئے ھیں ۔ اسی تالاب کی وجہ سے یہ حصہ ,,ساحة البرکہ ،، کہلاتا ہے جبکہ مہندی کے پودوں کی مناسبت سے اسے ,,فناء الریحان،، بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے ارد گرد کی عمارتوں میں سے جنوبی اور شمالی حصوں کے چھجے سات سات جالی دار محرابوں پر قائم ھیں جن کے ستون مُقَرنَس تاجوں والے ھیں ۔ اس کی دیواروں پر قرآنی آیات اور اشعار خطِ کوفی میں تحریر ھیں ۔ اس کے شمال میں الحمراء کا سب سے بڑا اور بلند ترین ,,برج قمارش،، واقع ہے جس کی بلندی ۴۵ میٹر ہے۔ اس برج میں ,,قاعة السفراء ،، واقع ہے جس میں داخل ھونے کے لئے ,,البَرکة،، نامی ھال سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس حصہ کی سب سے مزین اور منقش عمارت یہی قاعة السفراء ہے جس کا گنبد سیاہ دیودار کی لکڑی کا بنا ھوا خوبصورت چوب کاری (Wood work) کا شاھکار ہے۔ اس حصہ کے ستونوں کے تاج مقرنس ھیں اور دیواروں کے بالائی حصوں پر گچ سے بنے ھوئے گل کاری کے نمونے اور دیواروں کے زیریں حصوں پر ٹائلوں کا کام نہایت ھی اعلیٰ معیار کا ہے۔ محرابوں کے

اردگرد بنو نصر کے خاندانی شعار ,,ولا غالب الا اللہ ،، کی پٹی ہے۔اس سے اوپر دیواروں پر مختلف عربی عبارتیں تحریر ہیں ۔

تیسرا حصہ ,,فناء الأسُوْد ،، یا ,,ساحۃ السباع،، ہے جس کے وسط میں شیروں والا فوارہ نصب ہے ۔ یہ دراصل شاہی حرم سرا تھا جو محمد الخامس کا تعمیر کردہ ہے۔یہ حصہ پورے غرناطہ میں مسلم فن تعمیر و آرائش کا سب سے خوبصورت اور لاجواب شاہکار ہے۔

سنگ مرمر کا مرکزی فوارہ ۱۲ شیروں پر ایستادہ ہے جن کے منہ سے پانی کی دھاریں تالاب میں گرتی ہیں ۔ فوارہ کے حوض (Basin) کے بالائی کنارے کے چاروں طرف ابن زمرک کا ایک خوبصورت قصیدہ تحریر ہے ۔ صحن فوارہ کے اردگرد ۱۲۴ ستونوں کا نخلستان واقع ہے جن کے پیچھے چار بڑے بڑے ہال ہیں۔فناء الریحان کی طرف سے اگر اس حصہ میں داخل ہوں تو سب سے پہلے ,,مقرنس ہال ،، آتا ہے ۔ اس کی وجہ تسمیہ وہ تین مقرنس محرابیں ہیں جن کا رخ شیروں والے صحن کی طرف ہے۔ فناء السباع کے جنوب میں بنی سراج کا ہال ہے جو مربع ہے اور اس کے وسط میں فوارہ نصب ہے۔ اس ہال سے کئی داستانیں بھی منسوب ہیں ۔ اس صحن کے مشرقی جانب ,,قاعۃ الملوک،، یا ,,قاعۃ العدل ،، واقع ہے جو تین قبوں پر مشتمل ایک خوبصورت عمارت ہے ۔ ان قبوں کو چھوٹے چھوٹے حجروں کے ذریعے ایک دوسرے سے علیحدہ کیا گیا ہے ۔ ان کی چھتیں خوبصورت تصاویر (Paintings) سے مزین ہیں ۔ اس کی محرابیں بھی مقرنس طرز کی اور دوہری ہیں ۔ فناء الاسود کے شمال میں ,,قاعۃ الاختین،، ہے جس کا گنبد مقرنس طرز تعمیر کا نادر و نایاب شاہکار ہے۔ اس ہال میں روشنی کا انتظام بھی بہت عمدہ ہے۔ اس کی دیواروں پر ٹائلوں کا کام کیا گیا ہے جبکہ دیواروں کے زیریں حصہ پر ابن زمرک کا ایک

قصیدہ تحریر ہے۔ قاعة الاختین سے آگے لندراخا کا جھروکہ (Mirador de Daraxa) واقع ہے جس میں ٹائل کا کام پورے الحمراء کے مقابلے میں زیادہ متناسب اور چھوٹے چھوٹے ٹائلوں والا ہے۔ اس کے اور فناء الریحان کے درمیان شمال کی جانب مزین و منقش شاہی حمام واقع ہے۔

یہ تو تھا شاہی محلات اور ملحقہ عمارتوں کا ایک اجمالی تعارف ۔ اب ذرا کچھ باغات کا بھی تذکرہ ہو جائے جو الحمراء کے لئے وہی حیثیت رکھتے ہیں جو جسم کے لئے روح کی ہے ۔ یوں تو الحمراء کے ہر حصہ میں مختلف قسم کے پودے ، درخت اور پھول لگائے گئے تھے مگر ان سب سے اہم اور خوبصورت باغ جنة العریف ہے جو الحمراء کی حدود سے باہر ہونے کے باوجود اس کا حصہ شمار ہوتا ہے۔

جنـة العریف :

جنة العریف (Generalife) سلاطین غرناطہ کا گرمائی رہائش گاہ اور نـزھـت گاہ تھـا جسـے بنـو نصر کے حکمرانوں نے حقیقتاً جنت نظیر بنا دیا تھا ۔ یہاں پر خوشبودار پودوں ، خوبصورت و خوش نما پھولوں، طرح طرح کے پھلدار درختوں اور سرسبز و سدابہار پودوں نے بے شمار تالابوں کو گھیر رکھا تھا ۔ اس شاہی باغ میں آکر تصنع اور بناوٹ کا شائبہ تک محسوس نہیں ہوتا تھا بلکہ یوں لگتا گویا انسان فطرت کی گود میں چلا آیا ہے۔ جنة العریف کی روشیں اس قدر تنگ تھیں کہ ان پر سے بیک وقت دو آدمی مشکل ھی سے گزر سکتے تھے ۔ اسی طرح وہ کمرے یا سائبان جہاں سے ارد گرد کا نظارہ کیا جاتا تھا بہت ھی چھوٹی چھوٹی اور مختصر سے رقبہ پر پھیلی ہوئی تھیں ۔ گویا ھر چیز کو اس کی فطری سادگی کے مطابق رہنے

دیا گیا تھا ۔ ماسینون (Massignon) کے بقول یورپی باغات میں فطرت کی سادگی کو مٹا کر حسن و دلکشی پیدا کی جاتی ہے جبکہ عربوں کے باغات میں فطرت کی سادگی کو برقرار رکھنے پر زور دیا جاتا ہے۔

جنۃ العریف سے الحمراء، شہر غرناطہ ، ارد گرد کے سرسبز قطعات اور مضافات کا بھرپور نظارہ کیا جا سکتا ہے ۔ سلاطین غرناطہ اسی جگہ بیٹھ کر روزمرہ زندگی کی روانی کا مشاہدہ کرتے ہوں گے ۔ جگہ جگہ رواں دواں پانی کی چھوٹی چھوٹی نہروں ، آبشاروں اور حوض و تالابوں نے اس شاھی باغ کو ایک دلکش و دلآویز نزھت گاہ میں تبدیل کر دیا تھا ۔ یہاں پر باغ کے مختلف حصے اوپر نیچے بنے ہوئے تھے ۔ اوپر کے باغات سے پانی سیڑھیوں کے ساتھ ساتھ آبشار کی صورت میں بہتا ھوا نیچے کے باغوں کو سیراب کرتا تھا ۔ یہاں کے مرکزی تالاب کی لمبائی کے رخ پر دونوں طرف سفید سائبان تھے جبکہ شمالی اور جنوبی کناروں پر گچ کاری کے کام سے آراستہ دو خوبصورت پویلین بنائے گئے تھے ۔ یہاں کے تقریباً ہر کمرے میں سے پانی گزرتا تھا جس سے گرمیوں میں یہ کمرے ٹھنڈے رہتے تھے۔ تالاب کے گردا گرد مھندی اور گلاب کے پودے اور سرو اور مالٹے کے درخت آج بھی ایستادہ ھیں ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ وہ باغ جسے ابن زمرک نے غرناطہ کا تخت یا عرش قرار دیا تھا اس کے حسن و جمال کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن ھی نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جنت کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے یہ باغ اس کی ھو بہو تفسیر نظر آتا تھا ۔ وھی سرسبز و گنجان درخت ، خوشبودار پھولوں سے لدے پودے ، ہر طرف صاف و شفاف پانی کی بے شمار نہریں ، لاتعداد حوض اور فوارے ، دلکش روشیں اور اردگرد خوبصورت عمارتیں ایسا منظر پیش کرتی تھیں کہ اس

میں کھو کر انسان ہر فکر و غم سے آزاد ہو جائے اور سوائے سرخوشی و شادمانی کے کیف آور لمحات کے اسے اور کچھ بھی یاد نہ رہے۔(۱۵)

سچ تو یہ ہے کہ ان محدود صفحات میں اندلس میں اسلامی فن تعمیر کی تفصیل کو سمونا ایک ناممکن سی بات ہے۔ ایک جھلک دکھانی مقصود تھی سو چند صفحات تحریر کر دیئے ۔ ان عمارتوں میں سے بیشتر صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہیں ۔ غارت گروں نے نہ صرف ان کا حسن لوٹا بلکہ ان کی اینٹیں اور بنیادیں تک اکھاڑ کر لے گئے ۔ چند ایک عمارتیں اگر باقی بھی ہیں تو وہ اسی ظالمانہ تاخت و تاراج کی داستان سناتی نظر آتی ہیں ۔ نفح الطیب میں مطمح الانفس کی عبارت اس مضمون کی نقل کی گئی ہے کہ بنو امیہ کے زوال کے بعد اموی حکمرانوں کی بنائی ہوئی عمارتیں منہدم ہو چکی تھیں اور اب ان میں بجائے انسانوں کے جنگل کے درندے اور چرند و پرند رہتے تھے ۔ ابوالحزم بن محمد بن جھور (جو اموی دور حکومت کے آخری ایام میں حکومت قرطبہ کے منتظم رہے تھے) کا گزر ایک دن ان برباد عمارتوں کے پاس سے ہوا تو انھوں نے بڑی حسرت کے ساتھ یہ اشعار پڑھے :

قلت یوماً لدار قوم تفانوا

این سکانک العزاز علینا

فاجابت ھنا اقاموا قلیلا

ثم ساروا ولست اعلم اینا

ترجمہ : جو قوم آپس میں لڑ لڑ کر فنا ہو گئی تھی میں نے ایک دن ان کے مسکن سے پوچھا : تیرے وہ مکین کہاں گئے جو ھمیں بہت ھی عزیز تھے ؟ اس نے جواب دیا کہ چندے انھوں نے یہاں قیام کیا تھا۔ پھر وہ روانہ ہو گئے ، میں نہیں جانتا کہ کدھر گئے (۱٦) ۔

حوالہ جات

1. (الف) الازرقی، ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد، المتوفی ۲۵۰ھ ۔
اخبار مکہ المشرفہ ۔ جلد اول ، ص ۱ ۔ ۲۰۰ (ملخصاً)،
مکتبہ خیاط ۔ شارع بلس ، بیروت ، لبنان ۔

(ii) Scerrato, Umberto
Monuments of civilization: Islam. pp. 17–19
Pub. Cassel, London.

(iii) Hoag, John D.
Islamic Architecture, Chapter I, p. 13
Pub. Abrams, New York.

2. ابن سعد ، محمد بن سعد بن منیع البصری الزہری، ابوعبداللہ ، المتوفی ۲۳۰ھ ۔
الطبقات الکبری ۔ جلد اول ، ص ۳۹۹ ۔ ۵۰۰ ۔
دار صادر للطباعۃ والنشر ، بیروت ۔ ۱۹۵۷ء ۔

3. البخاری ، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل ،
صحیح البخاری ۔ کتاب اللباس ، باب التصاویر ۔

4. البخاری ،
صحیح البخاری ، کتاب اللباس ، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ ۔

5. (i) Kuhnal, Ernst
Islamic Art and Architecture pp.
(English Translation by Kathrine Watson)
Pub. G. Bell and Sons Ltd., London.

(ii) Popadopolou, Elexander
Islam and Muslim Art, Part III
Pub. Harry N. Abrams, New York.

6. Kuhnal, Ernst,
Islamic Art and Architecture, pp.
(English Translation by Kathrine Watson).

7. Lehrman, Jonas,
Earthly Paradise, Garden and Courtyard in Islam pp. 41–84.
Pub. Thames and Hudson, London.

8. (i) Grabar, Oleg,
Islamic Architecture and its Decoration pp. 72–85.
Pub. Faber and Faber, London.

(ii) Wade David,
Pattern in Islamic Art. pp. 7—13.
Pub. Studio vista, London.

9. Michel, George, (Editor)
Architecture of the Islamic World. pp. 112—175
Pub. thames and Hudson, London.

10. (i) Hoag, John D.
Islamic Architecture. pp. 77—93.

(ii) Scerrato, Umberto
Monuments of Civilization: Islam. pp. 169—182.

(iii) Sordo, Enrique
Moorish Spain: Cordoba, Seville, Granada.
(English Translation by Ian Michael)
Pub. Elek Books, 14 Great James Street,
London, 1963.

11. (الف) المقری، احمد بن محمد ، ابو العباس،
نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب وذکر وزیرها لسان الدین ابن الخطیب ،
جلد اول ، ص ۲۱۲ ـ ۲۲۳،
ڈوزی وغیرہ ، مطبع ای ، جے برل ۱۸۶۰ء .

(ب) محمد عنایت اللہ ،
اندلس کا تاریخی جغرافیہ، دیکھئے ,,جامع قرطبہ، .
مقتدرہ قومی زبان ، اسلام آباد ـ ۱۹۸۶ء .

(ج) عنان ، محمد عبد اللہ ،
الآثار الاندلسیہ الباقیہ فی اسبانیا وبرتغال،
مطبوعہ ، مطبعہ مصر شرکہ مساھمہ مصریہ قاھرہ ، ۱۹۵۶ء .

(iv) Sordo, Enrique,
Moorish Spain, "cordoba",
(English Translation by Ian Michael)

(v) Papadopolou, Elexander,
Islam and Muslim Art pp. 252—257.

(vi) Castejon, Rafael,
La Mesquita Aljama De Cordoba
(English Version)
Pub. editorial Everest S. A. Leon,
Spain, 1988.

12. (الف) المقری ، نفح الطیب ، جلد اول ـ ص ۳۰۲ ـ ۳۰۳ .

(ii) Sordo, Enrique
Moorish Spain, "Cordoba"

13. (الف) محمد عنایت اللہ ۔
اندلس کا تاریخی جغرافیہ ۔ دیکھئے ,,قرطبہ،، ۔
مقتدرہ قومی زبان ، اسلام آباد ۔

(ii) Sordo, Enrique
Moorish Spain, "Cordoba"

14. (الف) المقری ، نفح الطیب ، جلد اول ، ص ۲۳۳ ۔ ۲۳۷ ۔
(ب) محمد عنایت اللہ ۔
اندلس کا تاریخی جغرافیہ، دیکھئے ,,الزہراء،، ۔
مقتدرہ قومی زبان ، اسلام آباد ۔

(iii) Sordo, Enrique
Moorish Spain, "Cordoba".

15. (i) First Encyclopaedia of Islam,
See "Alhambra"
E. J. Brill, 1987.

(ii) Sordo, Enrique
Moorish Spain, "granada"

(iii) Grabar, Oleg,
The Alhambra
Pub. Harvard University Press, Cambridge.

(iv) Sanchez, Miguel,
The Alhambra and the Generalife
(English Version by Karen otto de Garcia)
Published by Grefol S. A. Madrid
Spain, 1989.

16. المقری ، نفح الطیب ، جلد اول ۔ ص ۳۳۵ ۔

★★★